

# الحبیعہ نئی دہلی

جلد: ۳۵ شماره: ۵  
Year-35 Issue-5 4 - 10 February 2022 Page 16

آئین میں دیئے گئے اقلیتوں کے حقوق کی پامالی اور دھرم سنسدوں میں

## مسلمانوں کے قتل عام کا اعلان کرنے والوں کے خلاف

# وزیر اعظم کی خاموشی

## ہندوستانی جمہوریت کا کھلا مذاق

انڈین مسلمس فارسیکولر اینڈ ڈیموکریسی نے ہری دوار میں ہونے والی دھرم سنسد میں ہندوستانی مسلمانوں کی تسلسلہ کی اپیل پر وزیر اعظم کی خاموشی کو جمہوریت کا کھلا مذاق قرار دیتے ہوئے بجا طور پر یہ سوال کیا ہے کہ وہ ہندوستان اور دنیا کے مسلمانوں کو آخر کیا پیغام دینا چاہتے ہیں۔ **محمد رسالہ جماعتی**

ہو سکتی۔ ہم ۱۴ نومبر کو یوم آئین مناتے ہیں اور اپنے آئین کی خوبیوں کو اجاگر کرتے ہیں، یہ ہی وہ آئین ہے جس کی قسم کھا کر ہمارے حکمران عہدے حاصل کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ۱۸ دسمبر کو یوم اقلیت منا کر ہمارے حکمران اقلیتوں کو یقین دلاتے ہیں کہ آئین ہند میں اقلیتوں کو دیئے گئے حقوق کے وہ پاسدار اور محافظ ہیں۔ یہاں اہم سوال یہ ہے کہ کیا ہمارے حکمران آئین کی حفاظت کے لیے جو حلف اٹھاتے ہیں وہ آخراں اس پر عمل کتنا کرتے ہیں۔ (باقی صفحہ)

حصول کے لیے ہمارے بزرگوں نے خون کے سمندر پار کیے تھے اور جن کو باقی رکھنے اور پروان چڑھانے کا ہمارے حکمران ان مواقع پر عہد کرتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہماری آزادی اور جمہوریت ہمارے آئین کے تحفظ سے وابستہ ہے اور آئین کی حفاظت اس پر عمل کرنے میں پوشیدہ ہے اس لیے کہ قانون کی کوئی کتاب خواہ کتنے ہی خوبصورت غلاف میں لپیٹی ہوئی ہو اور خواہ اسے سونے کے قلم سے لکھا گیا ہو اگر اس پر عمل نہیں ہوگا تو اس کی کوئی بھی حیثیت نہیں

ہم نے ابھی چند روز قبل ۲۶ جنوری کو اپنا ۷۳ واں جشن جمہوریہ منایا ہے۔ اگرچہ کووڈ-۱۹ کی وجہ سے یہ تقریبات اپنے پورے اہتمام سے تو نہیں منائی جاسکیں مگر پھر بھی اپنے اس قومی تہوار پر ہم نے کووڈ پروٹوکول کے ساتھ خوشیوں کا اظہار کرتے ہوئے اس قومی تقریب کو منایا۔ ۱۵ اگست کا یوم آزادی اور ۲۶ جنوری کا یوم جمہوریہ ہمیں اس بات کا موقع فراہم کرتے ہیں کہ ہم اپنی آزادی اور جمہوریت کی ان قدروں کا کم از کم ایک سرسری جائزہ لیں جن کے

- کہیں دیر نہ ہو جائے، ٹال مٹول ایک خراب عادت ہے۔
- ملک و قوم کی تعمیر میں دینی مدارس کا کردار ہے۔
- اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔
- اسلامی پردہ - انسداد فواحش کا واحد راستہ ہے۔



# ترکی: افریقہ میں نئی سیاسی و معاشی کاوشوں کا آغاز

اسد مرزا

براعظم افریقہ دنیا میں کثیر تعداد مادی اور دیگر قدرتی وسائل کی بے شمار دولت کی موجودگی کے باوجود دنیا کے غریب ترین علاقوں میں شمار ہوتا ہے اور زیادہ تر افریقی ممالک ترقی پذیر ممالک کی فہرست میں شامل ہوتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ زمانہ استعمار میں مختلف ملکوں خصوصاً برطانیہ، فرانس، پرتگال اور جرمنی کی جانب سے اس براعظم کے مختلف علاقوں پر اپنے قبضے کے بعد وہاں کے قدرتی وسائل کی لوٹ اور نسل پرستی بھی اہم وجوہات رہی ہیں۔ تاہم اب تصویر بدل رہی ہے اور ورلڈ بینک کی ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق دنیا کی دس تیز رفتار معیشتوں میں سے سات افریقہ میں موجود ہیں۔ غالباً انھیں بنیاد پر اور افریقہ سے قریب ہونے کی وجہ سے ترکی نے مختلف افریقی ممالک کے ساتھ تجارتی، دفاعی اور تعلیمی و ثقافتی شعبوں میں باہمی اشتراک کی نئی مہم شروع کی ہے۔ اس سلسلے میں ۱۹۲۱۶ دسمبر ترکی کی حکومت نے تیسرے ترکی-افریقہ شراکت داری سربراہی اجلاس کی میزبانی ترکی کے شہر استنبول میں کی۔ اس سے قبل ایسے ہی دو اجلاس استنبول اور کینی کے شہر مالا بوم میں منعقد کیے چکے ہیں۔ حالیہ استنبول اجلاس میں سولہ صدور، چیف وزرائے خارجہ اور سو سے زائد دیگر وزرائے شرکت کی۔ اس اجلاس کے ذریعہ ترکی اور مصر کے درمیان ۲۰۱۳ء سے کشیدہ تعلقات کو دوبارہ بحال کرنے کی بھی کوشش کی گئی۔ مصر کے نائب وزیر خارجہ نے اجلاس کے دوران ترکی وزیر خارجہ میوت کوسوگولو سے ملاقات کی۔

استنبول اجلاس جس کا مرکزی عنوان باہمی ترقی اور خوشحالی کے لیے مشترکہ پارٹنرشپ تھا، اس کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ترکی کے صدر رجب اردگان نے کہا کہ علاقائی طور پر ترکی اور افریقہ ممالک میں مختلف موضوعات پر کافی مناسبت ہے اور ترکی سمجھتا ہے کہ جب تک دنیا کے ہر شخص تک بنیادی سہولیات نہ پہنچ پائیں تب تک آپ سب کی ترقی کی ضمانت نہیں دے سکتے۔ اسی لیے ترکی، افریقہ کے مختلف ممالک کے ساتھ شراکت داری اور برابری کے اصولوں پر ان کی ترقی کے لیے کوشاں ہے۔ اب تک ترکی نے افریقہ کے مختلف ممالک میں تقریباً ۶۰ بلین ڈالر کے مختلف پروجیکٹس مکمل کیے ہیں اور ۲۰۲۰ء میں افریقی ممالک کو ترقی کرنے والے ۱۵ بلین ڈالر اشیا کی برآمدگی کی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ جن مسائل کا افریقہ کو سامنا ہے ان میں سے چند ایک کا سامنا ترکی کو بھی ہے جیسے کہ ماحولیاتی تبدیلی اور دہشت گردی اور ہمیں ان کا مقابلہ کر اتحادی طور پر کرنا چاہیے۔ ترکی اور مختلف افریقی ممالک کے درمیان باہمی تعلقات میں ۲۰۰۵ء کو انقرہ کی جانب سے 'افریقی سال' کے طور پر منانے کے بعد تجارت اور دیگر شعبوں میں مثبت پیش رفت ہوئی ہے۔ ترکی کی مرکزی حکومت نے اس بات کا احساس کرنے کے بعد کہ اس کے کاروباریوں اور تاجروں کی

افریقی ممالک میں ترقی کے لیے کافی امکانات موجود ہیں، ان کو خصوصی طور پر افریقی ممالک میں سرمایہ کاری کرنے اور وہاں نئے پروجیکٹ شروع کرنے کی ترغیب کے علاوہ انھیں نئے مواقع فراہم کروانے میں سرکاری سطح پر ان کی کافی مدد کی۔ ان بہتر کاروباری تعلقات کا اثر خارجی سطح پر بھی نمایاں تبدیلی میں سامنے آنے لگا۔ ۲۰۰۸ء کے بعد سے ترکی افریقین یونین کا اسٹریٹجک پارٹنر ملک رہا ہے۔ گزشتہ اکتوبر میں ہی صدر اردگان نے انگولا، نائجیریا اور لگوگو کا دورہ کیا تھا۔

ترکی اور افریقی ممالک کے درمیان دفاعی تعلقات میں بھی اردگان کے ۲۰۱۴ء میں صدر کے عہدے پر فائز ہونے کے بعد کافی ترقی ہوئی ہے۔ صومالیہ جہاں سے کہ ترک تاجروں اور فوجیوں دونوں ہی افریقہ کے سب-سہارا علاقے میں بے آسانی داخل ہو سکتے ہیں، اس کے ساتھ ترکی کے دفاعی تعلقات سب سے زیادہ گہرے ہیں۔ وہاں ۲۰۱۷ء سے ترکی نے ترک سوم نامی اپنی فوجی بیس بھی تعمیر کر لی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف افریقی ممالک کو چھوٹے اسلحہ کی فروخت بھی ترکی کی ترجیحات میں

**افریقہ کے تعلق سے ترکی نے جو پالیسی اپنائی ہے، وہ ایک کامیاب پالیسی ہے، جس کا مظہر دونوں کے درمیان بڑھتے ہوئے تجارتی تعلقات کی شکل میں سامنے آ رہا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ان ملکوں میں اردگان کی مقبولیت میں بھی کافی اضافہ ہو رہا ہے کیونکہ زیادہ تر ملکوں کا ماننا ہے کہ ترکی مشکل وقت میں کام آنے والا اتحادی ملک ہے۔**

شمال ہے۔ حالیہ عرصے میں نائجیریا، انگولا، چاڈ اور مراکش جیسے ملکوں کو ترکی نے خاطر خواہ اسلحہ فروخت کیا ہے۔ ان میں ترکی کا بنایا ہوا ہیرا کناری ٹی-۲ ڈرون ہے، جو کہ فضائی لڑائی اور فضائی گنبدداشت دونوں کا کام بے آسانی کر سکتا ہے، سب سے زیادہ مقبول ہتھیار ہے۔ ستمبر میں ترکی نے مراکش اور تیونس کو ان ڈرونز کی پہلی کھیپ برآمد کی تھی۔

حالیہ عرصے میں اپنی بڑی منڈی اور بے پناہ ترقیاتی منصوبوں اور دیگر شعبوں میں نئی جدت کی وجہ سے تقریباً تمام افریقی ممالک مختلف ممالک کی توجہ کا مرکز بن گئے ہیں۔ اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق براعظم افریقہ میں دنیا کی سب سے زیادہ جوان اور تیزی سے بڑھنے والی آبادی موجود ہے، جو کہ ۲۱۰۰ تک بڑھ کر تقریباً چار کھرب تک پہنچ جائے گی۔ تو یہ بڑھتی ہوئی جوان آبادی تقریباً ہر شعبہ حیات میں بڑی کمپنیوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور وہ افریقہ میں بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری بھی کر رہی ہیں کیونکہ ان کا مقصد اس آبادی کو اپنے مستقبل کے گاہکوں میں تبدیل کرنا ہے لیکن مغربی ممالک کی استعماری پالیسیوں کے

برعکس ترکی کی حکمت عملی بالکل مختلف ہے۔ ترکی نے انسانی زاویہ پر اپنی پالیسی کو مرکوز کر کے، مختلف افریقی ممالک کے ساتھ باہمی اور کثیر رکنی تجارتی تعلقات قائم کرنے پر زیادہ زور دیا ہے۔ اس کا ماننا ہے کہ اگر براعظم افریقہ میں چین، اسن اور خوشحالی قائم رہے گی تو یہ اس کے مفاد میں بھی ایک کلیدی کردار ادا کر سکتی ہے۔ اسی زاویے سے ترکی نے اپنی افریقی کاوشوں کو ساتھ ساتھ ترقی، ساتھ ساتھ خوشحالی کی بنیاد پر مرکوز کرتے ہوئے ان تمام ممالک کے ساتھ گزشتہ ۱۵ سالوں میں اپنے معاشی، کاروباری اور سیاسی تعلقات کا فوکس بنایا ہے اور وہ اس میں کافی حد تک کامیاب بھی رہا ہے۔ استنبول اجلاس کی کامیابی کا اندازہ اس میں شامل مختلف افریقی رہنماؤں کی موجودگی سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ نائجیریا کے صدر محمد علو بحاری نے اجلاس میں اپنے خطاب کے دوران، جہاں ترکی اور افریقی ممالک کی بڑھتی ہوئی شراکت داری کو سراہا، وہیں انھوں نے ماحولیاتی تبدیلی اور دہشت گردی جیسے اہم موضوعات پر ترکی کے مختلف افریقی ممالک کے ساتھ نبرد آزما ہونے اور ان سے متعلق کوششوں میں ترکی اور اردگان کی کوششوں کی بھی تعریف کی۔ اس کے علاوہ افریقین یونین کے صدر کا کہنا تھا کہ براعظم میں دہشت گردی کے خلاف لڑائی اور امن و امان کو یقینی بنانا افریقی ممالک اور ترکی دونوں کے حق میں بہتر رہے گا، کیونکہ جب ایک پرامن ماحول قائم ہوگا کبھی آپ ترقی کو یقینی بنا سکتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنے خطاب میں اردگان نے اقوام متحدہ کی سیکورٹی کاؤنسل میں کسی افریقی ملک کو شامل کرنے کی بھی زبردست طریقہ سے تائید کی، ان کا کہنا تھا کہ دنیا صرف پانچ طاقتوں پر مشتمل نہیں ہے اور سیکورٹی کاؤنسل میں ان پانچ ممالک کے علاوہ اتنے بڑے براعظم کی آواز کو بھی شامل کیا جانا ضروری ہے۔ کیونکہ آپ دنیا کے سب سے زیادہ آبادی والے اور ترقی پذیر ممالک کو ان کی جغرافیائی اور اسٹریٹجک پوزیشن ہونے کے باوجود نظر انداز نہیں کر سکتے اور ترقی یافتہ ممالک کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ان ممالک کے حالات بدلنے کی پوری کوشش کریں اور افریقہ کو اس کا جائز حق عطا کریں۔

مجموعی طور پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ افریقہ کے تعلق سے ترکی نے جو پالیسی اپنائی ہے، وہ ایک کامیاب پالیسی ہے، جس کا مظہر دونوں کے درمیان بڑھتے ہوئے تجارتی تعلقات کی شکل میں سامنے آ رہا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ان ملکوں میں اردگان کی مقبولیت میں بھی کافی اضافہ ہو رہا ہے کیونکہ زیادہ تر ملکوں کا ماننا ہے کہ ترکی مشکل وقت میں کام آنے والا اتحادی ملک ہے اور اس کے علاوہ اس کے قائد اور سیاست داں دوسروں کے مقابلے اسلامی تشخص اور تعلیمات کو اپنے عملی کام کے ذریعہ پورا کر رہے ہیں جو کہ باقی مسلم قائدوں میں نظر نہیں آتا۔ جس طریقے سے رجب طیب اردگان نے ۲۰۱۴ء کے بعد ترکی کے داخلی امور کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر ترکی کی شبیہ کو بہتر کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے، جس میں کہ وہ حتی الامکان کامیاب رہے ہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ انھیں دنیا کے زیادہ تر مسلمان اپنے ایسے رہنما کی شکل میں دیکھتے ہیں جو کہ عالمی سطح کے سیاسی داؤ پھینچنے کے ساتھ ساتھ اپنے اسلامی تشخص کو بھی قائم رکھنے میں کامیاب رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اسلام کی شبیہ کو بھی انھوں نے مختلف موضوعات پر صحیح انداز میں پیش کرنے اور ان کا پوری دنیا پر اثر قائم کرنے کی کاوشوں کے ذریعہ پرزور انداز اور ان کی صحیح معنوں میں عکاسی کرنے میں کامیاب رہے ہیں جس کی وجہ سے اردگان اور ترکی دونوں کی ہی مقبولیت میں گزشتہ

25 برسوں کے دوران کافی اضافہ ہوا ہے۔ □□

دریچہ پاکستان

شیخ خالد زاہد

## کراچی کی بحالی کا محاذ

ہمیں اس تاریخ میں نہیں جانا چاہئے کہ کراچی کی زبوں حالی کا آغاز کہاں سے ہوا ہے کیونکہ جو جانتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں اور نہیں جانتے ایک تو وہ یہ سب جانتے ہیں اپنا وقت برباد نہیں کرنا چاہتے دوسرا یہ کہ انہیں اس بات سے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا۔ اب بات کرنے کی ابتداء وہاں سے کرتے ہیں جہاں سے کراچی سے جمہوری طرز عمل کو پھیلے دروازے سے نکال باہر کیا گیا۔ بظاہر کراچی کا نظم و نسق میئر کراچی چلاتے رہے جو اس بات پر آخیر تک شور مچاتے کھڑے رہے کہ ہمیں کام نہیں کرنے دیا جاتا۔ دوسری طرف سندھ حکومت نے کبھی بھی کراچی یا سندھ کو کسی کام کے قابل سمجھا ہو۔ ذرائع آمد و رفت کی زبوں حالی سے شروع ہونے والی یہ داستان تعلیمی اداروں اور نظام تعلیم کی تباہی سے ہوتی ہوئی شہر کی تباہی کی کہانی بن کر رہ گئی ہے۔

ایک عرصے سے سارے شہر میں کراچی کو بچانے کیلئے مختلف سیاسی مذہبی اور سماجی تنظیموں نے بیڑا آویزاں کئے ہوئے ہیں، ہر انوار اس سلسلے میں کسی ناسی جماعت کی احتجاجی ریلی بھی سڑکوں پر دکھائی دیتی ہے اور اس ریلی کا چرچا ہفتہ دس دن قبل ہی مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے، ہر روز ہی کسی نا کسی جماعت کی پریس کانفرنس بھی منعقد کی جاتی ہے۔ کبھی کبھی تو لگتا ہے کہ جیسے وہ کراچی جسے عروس البلاد یعنی روشنوں کا شہر کہا جاتا تھا، غریب پرورش کر رہا تھا اور دنیا کے بہترین بڑے شہروں میں شمار کیا جاتا تھا وہ کراچی کوئی اور تھا اگر سمجھ آئے تو یہ لکھ دیتا ہوں کہ کراچی کا اب جسم باقی ہے روح کب کی پرواز کر چکی اور جب جسم میں روح نہ ہو تو جسم گدھوں کیلئے رہ جاتا ہے۔ ہم نے بنے بنائے خوبصورت شہر کراچی کو اجڑتے دیکھا ہے، ہم نے ان روشنیوں کے شہر کراچی کو اندھیروں میں ڈوبتے دیکھا ہے، ہم نے نامی گرامی تعلیمی اداروں کو برباد ہوتے دیکھا ہے یوں سمجھ لیجئے کہ جس نسل نے کراچی کی باگ ڈور سنبھالی تھی ہم نے اس نسل کو برباد ہوتے دیکھا ہے، ہم نے آرزوں کا قتل عام دیکھا ہے، ہم نے جذبات کو مادیت سے بدلتے دیکھا ہے، ہم ظاہری طور پر ایسے بہت سے عوامل جانتے ہیں جن کی بدولت شہر کراچی کو بد حال کی جانب باقاعدہ دھکیلا گیا ہے۔ اہل نظر کیلئے قابل غور بات یہ ہے کہ اگر شہر کراچی کی بربادیوں کا سامان کرنے والے ہی اس کی زبوں حالی کا کریہ کریں گے تو معاملے کی نوعیت مزید یقین ہونے کا یقین ہے۔ یوں تو موجودہ حکومت پر عرصے دراز کے بعد بھروسہ کیا اور کراچی انہیں جتوایا جس کی وجہ سے ایک کراچی کمیٹی بھی تشکیل پائی اور اربوں روپے کے باقاعدہ اعلانات بھی کئے گئے لیکن کراچی کا زخم ناسور کی صورت میں بدلتا ہی چلا جا رہا ہے۔ ہم کسی حب وطن کی نیت پر شک بھی نہیں کر سکتے کیونکہ ذرائع ابلاغ پر بڑی بڑی شخصیات کو کراچی کیلئے باقاعدہ آسو بہاتے ہوئے بھی دیکھا گیا ہے۔

پاکستان کی ایک نامی گرامی سیاسی و مذہبی جماعت، جماعت اسلامی جو باقاعدہ کراچی کیلئے اپنی حیثیت میں بھرپور آواز اٹھاتی رہی ہے مختلف اوقات میں جہاں جب کوئی اجتماعی مسئلہ درپیش ہوا ہے ہر اول دستے کی طرح احتجاج کیلئے نکل کھڑے ہوتے ہیں، یہاں جماعت اسلامی کو یہ اعزاز دینا پڑے گا کہ انہوں نے ملک میں کسی بھی سیاسی جماعت کے غلط اقدامات و فیصلوں کی بھرپور مخالفت کی ہے اور کرتے چلے آ رہے ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ تقریباً پندرہ روز سے کراچی کے حق کیلئے شدید سردی کے موسم میں دھرنے بیٹھے ہیں۔ ہمارے ساتھ ایک بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی جماعت کسی ایسے مسئلے پر جس کے لئے تقریباً تمام ہی جماعتوں کو اپنا اپنا احتجاجی واضح کرنا ہوتا ہے وہ ایک ایک کر کے ایسا کرتے ہیں گویا ہم کو راسر کار کے اس فارمولے پر عمل صادق آتے ہیں کہ تقسیم کرو اور حکومت کرو۔ اگر ساری سیاسی جماعتیں عوامی مفاد میں ایک ہو جائیں کہ جن کی بنا پر آپ کا سیاسی کاروبار رواداں ہوتا ہے۔ جماعت اسلامی کے دھرنے میں مختلف سیاسی و سماجی جماعتیں وقتاً فوقتاً شرکت کر رہی ہیں اور یکجہتی کا ثبوت دے رہی ہیں لیکن یہ باقاعدہ ان کے ساتھ بیٹھے کو تیار نہیں ہیں کیونکہ اس دھرنے کی کامیابی کا سہرا جماعت اسلامی کے سر بندھا جائے گا اور ان کا ساتھ دینے والوں کو کچھ بھی نہیں ملے گا اور عوام بھی اس کامیابی کا ذمہ دار جماعت اسلامی کو ٹھہرائیں گے اور اس کے بدلے میں انہیں وٹ بھی دے دیں گے جو کہ دیگر سیاسی اکابرین کے لئے قطعی ناقابل قبول ہے۔ اس سے یہ تو واضح ہو جاتا ہے کہ کسی کی جذباتی وابستگی نہیں ہے، تقریباً سب کا مفاد مادیت پر مبنی ہے۔ پاکستان تحریک انصاف نے ۲۰۱۸ء کے انتخابات میں بالخصوص کراچی سے کسی حد تک کامیابی حاصل کی تھی اور تبدیلی کا دعویٰ بھی کیا تھا لیکن صوبائی خود مختاری یقیناً ان کے درمیان حائل ہو گئی ہوگی۔ اس کے باوجود پاکستان تحریک انصاف نے اپنی حکومت کے تیسرے سال میں کراچی کو ایک دیرینہ انتظار سے نجات دلائی اور گرین لائن بس سروس کا افتتاح ہو گیا ہے اور کسی حد تک کامیابی سے یہ بیس اپنی بنائی گئی خصوص سڑکوں پر رواں دواں ہیں۔ جب آپ کو تکلیف ہو اور اس وقت آپ کو دوا میسر نہ ہو تو پھر دوا کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہو جاتا ایسا ہی کچھ کراچی والوں کے ساتھ ہوتا جا رہا ہے۔ جب برساتوں میں نالوں نے تباہی مچادی لوگوں کے گھروں کو رہنے کے قابل نہیں چھوڑ ایسی حالت کا بھی یعنی شاہد ہوں کہ کچھ گھروں میں رہنے والے اپنے بچوں کو لے کر بارش میں پناہ کی تلاش میں گھوم رہے تھے۔ عادت ہو گئی ہے کہ سڑکیں ٹوٹی ہوئی ہیں گاڑیوں کو سڑک پر ہونے والے گڑھوں سے تو نقصان ہوتا ہی ہے لیکن ساتھ سواری کے ساتھ کیا کچھ ہوتا ہے اس کا اندازہ ہر وہ فرد جانتا ہے جو ان سڑکوں پر صبح و شام اپنے رزق کے حصول کیلئے رواں دواں ہے، کچھ عرصے کے بعد احسان کی صورت میں چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی مرمت کروادی جاتی ہے، ہونے والی مرمت پر آنے والے خرچے سے کہیں زیادہ خرچا اس کی مشہوری کیلئے خرچ کر دیا جاتا ہے۔ یہ عرصہ دراز سے ہو رہا ہے فرق اتنا پڑا ہے کہ پہلے مرمت پر خرچ زیادہ ہوتا تھا اور اب خرچہ ذاتی مرمت پر زیادہ ہوتا ہے۔

کراچی کی مکمل بحالی کیلئے کچھ انتہائی اہم اقدامات اٹھانے پڑیں گے، جس کے لئے سب سے پہلے وفاق ایک غیر منتخب شدہ نمائندوں پر مبنی کراچی کی معروف سماجی و ادبی شخصیات پر مشتمل کمیٹی تشکیل دے اور اس کمیٹی کیلئے اداروں کی بھرپور معاونت کو یقینی بنایا جائے غیر ذمہ دارانہ رویوں کے تحت ہونے والے افراد کو فوری سزاوارٹھرایا جائے۔ کسی بھی کام میں کسی بھی قسم کی دخل اندازی کو عوام کے سامنے رکھا جائے، کمیٹی کے اجلاس اور ملاقاتوں کو عام کیا جائے۔ وفاق اور صوبائی حکومت عملی کاموں کو بغیر کسی تردد کے سلسلہ وار ہنگامی بنیادوں پر کرنے کی ذمہ دار ہوں گی۔ سب سے اول ان ناگزیر کاموں کی فہرست مرتب دی جائے جن کی وجہ سے شہر کی بد صورتی میں روزانہ کی بنیاد پر اضافہ ہو رہا ہے اور شہریوں کی زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی ہے۔ مثال کے طور پر نکاسی آب (سیوریج) کا مسئلہ انتہائی ہنگامی بنیادوں پر حل ہونا چاہئے اور اس بات کو بھی یقینی بنانا ارباب اختیار کی ذمہ داری ہونی چاہئے کہ کام پائیدار ہونا چاہئے اور ٹھیکے دار طے شدہ معینہ مدت کی ضمانت دے۔ در سگا ہوں میں (باقی صفحہ ۱۷ پر)

## ہندوستانی خاندان کے چار افراد کی کینیڈا-امریکہ سرحد پر سردی میں جم کر موت ہو گئی

کینیڈا-امریکہ کی سرحد پر مینی ٹوبا کے قریب ۱۹ جنوری کو مردہ پائے گئے ایک ہندوستانی خاندان کے چار افراد کی موت کی وجوہات کی تفتیش کی بابت ہندوستانی ہائی کمیشن اور ٹورنٹو میں واقع قونصل جنرل مقامی انتظامیہ اور متاثرین کے اہل خانہ کے ساتھ مسلسل رابطے میں ہے۔ واضح رہے کینیڈا کی حکومت نے ان مرنے والوں کی شناخت بتادی ہے اور یہ چاروں ایک ہی خاندان کے تھے اور ان کا تعلق پٹیل خاندان سے تھا۔ تفتیش کاروں کا کہنا ہے کہ چار افراد کے خاندان نے ۱۹ جنوری کو شدید سردی کے موسم میں پیدل سرحد پار کرنے کی کوشش کی تھی اور ان کی موت ہو گئی تھی۔ حکام نے کہا کہ وہ اٹھارہ افراد کے گروپ سے الگ ہو گئے اور غالباً برفانی طوفان میں پھنس گئے۔ رائل کینیڈین مائینڈ پولیس نے کہا کہ انہیں یقین ہے کہ یہ خاندان ۱۲ جنوری کو کینیڈا پہنچا، پہلے ٹورنٹو پہنچا، اور پھر ۱۸ جنوری کے قریب ایمرسن، مینی ٹوبا کا سفر کیا۔ ایک مجرمانہ آپریشنز افسر، روب ہل نے کہا کہ سرحد کے قریب کوئی گاڑی نہیں چھوڑی گئی، جس سے یہ جو یہ کیا گیا کہ کسی نے انہیں اتار کر چھوڑ دیا ہے۔

# جواہر القرآن

سورۃ الاحزاب - ۳۳ ترجمہ آیات: ۶ حضرت شیخ الہندؒ

○ نبی سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ اپنی جان سے (ف) اور اس کی عورتیں ان کی مائیں ہیں (ف) اور قربت والے ایک دوسرے سے لگاؤ رکھتے ہیں اللہ کے حکم میں زیادہ سب ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں سے مگر یہ کہ کرنا چاہا اپنے رفیقوں سے احسان (ف) یہ ہے کتاب میں لکھا ہوا۔ (ف)

فوائد: علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

ف۱ یعنی اگر باپ معلوم نہ ہو تو بہر حال تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں۔ ان ہی القاب سے یاد کرو، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو فرمایا: انت اخونا و مولانا۔

ف۲ یعنی بھول کر یا نادانستہ اگر غلط کہہ دیا کہ ”فلاں کا بیٹا فلاں“ وہ معاف ہے۔ بھول چوک کا گناہ کسی چیز میں نہیں، ہاں ارادہ کا ہے۔ اس میں بھی اللہ چاہے تو بخش دے۔

ف۳ مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے اس نورِ عظیم کی جو آفتابِ نبوت سے پھیلتا ہے۔ آفتابِ نبوت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوئے، بنا بریں مومن (من حیث ہو مومن) اگر اپنی حقیقت سمجھنے کے لیے حرکتِ فکری شروع کرے تو اپنی ایمانی ہستی سے پیش تر اس کو پیغمبر علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنی پڑے گی، اس اعتبار سے کہہ سکتے کہ نبی کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے اور اگر اس روحانی تعلق کی بنا پر کہہ دیا جائے کہ مومنین کے حق میں نبی بمنزلہ باپ کے بلکہ اس سے بھی مراتب بڑھ کر ہے تو بالکل بجا ہوگا۔ (باقی فوائد اگلے شمارے میں)

اس میں کوئی شک نہیں کہ معاشرہ میں فرقہ وارانہ دہشت گردانہ واقعات کو انجام دینے کے لیے نوجوانوں کو بھرتی کرنے والے، مذہب کے نام پر نوجوانوں کا برین واش کرنے والی تنظیمیں اور ان کے معاون اپنے ناپاک ارادوں کو انجام دینے کے لیے ان نوجوانوں کا استعمال کرتے ہیں جن کی مالی حالت اچھی نہیں ہوتی۔ گرفتار نوجوانوں کے خاندانی پس منظر کی تفصیل مل چکی ہے لیکن اس معاملہ کی تہ تک جانا ضروری ہے۔ یہ دیکھا جانا ضروری ہے کہ کن حالات میں نوجوان ایپ سے وابستہ ہوئے۔ کیا اس کے نام پر ان کا کوئی استعمال کر رہا تھا۔ اگر یہ سازش ہے تو پھر اصلی کرداروں کے چہرے سے نقاب اترنا ہی چاہیے۔ نوجیزوں اور نوجوانوں کو مہرہ بنا کر کون فرقہ وارانہ منافرت پھیلا رہا ہے، یہ ملک کو معلوم ہونا ہی چاہیے اور ساتھ ہی ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا بھی ملنی چاہیے۔

سلی ڈیل اور بلی بائی ایپ نے جتنا سماج کا نقصان کر دیا ہے اس کا پر کرنا آسان نہیں ہے۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس ایپ کے ذریعہ ایسا کرنے والوں نے خود ہندوؤں کو بھی بدنام کرنے کی مجرمانہ حرکت کی ہے۔ گرفتار نوجوانوں کو قانون کے مطابق سزا بھی مل جائے گی لیکن سب سے بڑا سوال تو یہ ہے کہ آخر معاشرہ کو ایسی زہریلی سوچ سے باہر کیسے نکالا جائے۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو معاشرتی تہمتی کے لیے زبردست خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ معاشرے میں نفرت پھیلانے والے سائبر مجرمین پر کنٹرول لگائی جائے۔ دراصل دنیا بھر میں سائبر تیزی سے جنسی بے حیائی، معاشی جرائم، دہشت پسند گروہوں اور خواتین کو نشانے پر لینے والوں کا اڈہ بنتا جا رہا ہے۔ پھر ہندستان اس سے کیسے مبرا رہ سکتا ہے۔ پچھلے سال ملک میں خواتین کے خلاف سائبر جرم کے تقریباً ۲۳۰۰۰ معاملے سامنے آئے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر قصوروار جنسی مواد کی اشاعت اور طباعت سے وابستہ تھے، سماج میں بڑھتے ہوئے موبائل فون کے استعمال اور انٹرنیٹ کے دائرے کی وسعت نے خواتین کو جنسی استحصال کے نظریے سے بہت حساس بنا دیا ہے۔ عورت کسی بھی طبقہ کی کیوں نہ ہو، ایسے حملوں کی شکار نہیں ہونی چاہیے، اس کے لیے آئی ٹی اصلاح قانون کو مزید سخت بنائے

جانے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ ہم ایک ایسے معاشرے سے تعلق رکھتے ہیں جس میں خواتین کا احترام کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک خاتون ماں بھی ہوتی ہے، بیٹی بھی ہوتی ہے اور بہن بھی ہوتی ہے اس لیے جو لوگ خواتین پر بری نظر رکھتے ہیں، انھیں سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی یہ بری نظر خود ان کی اپنی ماں بہن اور بیٹی پر ہی ہے جسے شاید کوئی غیرت مند انسان کسی بھی حال میں برداشت نہیں کر سکتا۔

دراصل بہت سے جرائم تو ایسے ہوتے ہیں جن کے ذمہ داروں کو قانون کے کٹہرے میں لانا ضروری ہو جاتا ہے تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان جرائم کے ذریعہ معاشرہ اور سماج کو جو نقصان پہنچتا ہے اسے پورا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ انٹرنیٹ کی توسیع کے ساتھ اس کی افادیت اپنی جگہ ہے لیکن اس کے ذریعہ سائبر جرائم کا جائز استعمال کی صورتیں سامنے آ رہی ہیں وہ جرائم کا ایک نیا منیٹ ورک کھڑا کر رہی ہیں۔ آن لائن دھوکہ دھڑی اور سائبر جرائم کی مختلف شکلوں نے پہلے ہی بہت سے چیلنج کھڑے کیے ہوئے ہیں، اب گذشتہ دنوں سے جو صورتحال سامنے آ رہی ہے اس نے اس معاملہ کو مزید سنگین بنادیا ہے۔

اس سے بڑی ستم ظریفی کیا ہوگی کہ ایسے دور میں جس میں سائبر جرائم سے نمٹنے کے معاملہ میں پولیس خوب بڑھ چڑھ کر دعوے کرتی رہتی ہے گذشتہ سال کے سلی ڈیل معاملہ میں آخر وہ کیوں خاموشی کی چادر اوڑھ کر بیٹھ رہی۔ یہ طے ہے کہ اگر پولیس سلی ڈیل معاملہ میں کارروائی کر لیتی تو اب بلی بائی اور کلب ہاؤس چیٹ جیسے ایپ سامنے نہ آتے۔ اس معاملہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ کسی ایپ کے ذریعہ خواتین کی توہین و تذلیل جیسے جرائم میں یہ دیکھنے کی کیوں کوشش نہیں کی گئی کہ اس کے پس پشت کیا ذہنیت ہے جبکہ سب جانتے ہیں کہ یہ سب فرقہ پرست عناصر کا کھیل ہے جو نوجوانوں میں مسلمانوں اور اقلیتوں کے خلاف زہر بھرا کراہی حرکتیں کر رہے ہیں۔

بہر حال اب جبکہ پولیس اس سلسلہ میں حرکت میں آگئی ہے، یہ اس کا فریضہ ہے کہ وہ اس کے پس پشت ذہنیت کو سامنے لائے اور اگر یہ کسی گروہ کی سازش ہے تو اس کا پردہ فاش کر کے قصورواروں کو قرار واقعی سزا دے تاکہ آئندہ کوئی ایسی توہین آمیز اور ذلیل حرکت کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ □□

# جمعہ

نئی دہلی

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

## سلی ڈیل، بلی بائی اور کلب ہاؤس چیٹ اقلیتوں کو خوفزدہ کر نیکی منصوبہ بند سازش

ہندستان پوری دنیا میں خواتین کے احترام اور ان کے حقوق کے تعلق سے بیداری کے لیے جانا جاتا ہے اس لیے یہاں جب بھی خواتین کے خلاف کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے تو اسے پوری دنیا میں بے حد سنجیدگی سے لیا جاتا ہے۔ خود ہندستان میں خواتین سے متعلق تنظیمیں اس سلسلہ میں کافی حساس رہی ہیں جن کی حساسیت کی وجہ سے خود حکومتوں کو بھی خواتین کے حقوق کے تعلق سے حساسیت کا ثبوت دینا پڑتا رہا ہے۔ خواتین کے تحفظ کے لیے ہمارے یہاں سخت ترین قوانین بھی ہیں، عدالتیں جن پر عمل کرتے ہوئے خواتین سے متعلق معاملات پر فیصلے بھی سناتی رہی ہیں، اس میں کسی کا کوئی امتیاز بھی نہیں ہے۔ ہر مذہب، سماج، ذات اور طبقہ سے تعلق رکھنے والی خواتین حقوق میں برابر ہیں تاہم یہ بات افسوس کے ساتھ ہی نوٹ کی جائے گی کہ گذشتہ چند سالوں سے قانون میں سب خواتین کے یکساں ہونے کے باوجود ہمارے حکمران غیر محسوس طریقہ پر اس مساوات و یکسانیت کو سیوٹا کر رہے ہیں۔ آج ہم جس موضوع پر یہ تحریر لکھ رہے ہیں اس میں آپ دیکھیں گے کہ گذشتہ ایک سال پہلے جب سلی ڈیل کا معاملہ سامنے آیا تھا، اگر ہمارے حکمران اسے سرسری معاملہ سمجھنے کے بجائے خواتین کے حقوق کا معاملہ سمجھ کر کوئی سخت قدم اٹھا لیتے تو آج ملک کی مسلم خواتین کو جو حقوق میں ہندو خواتین کے برابر ہیں، بلی بائی اور کلب ہاؤس چیٹ جیسے ایپ کی شرانگیزی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

سلی ڈیل، بلی بائی اور کلب ہاؤس چیٹ ایپ معاملے میں لگاتار گرفتاریاں ہو رہی ہیں۔ دہلی پولیس نے گربھ پلٹ فارم پر ایپ بنانے والے ۲۱ سال کے نیرج بشنوی کو آسام سے گرفتار کر کے اسے ہی ماسٹر مائنڈ قرار دیا ہے۔ نیرج بشنوی بھوپال کے ویلور انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی سے کمپیوٹر سائنس میں انجینئرنگ کر رہا ہے۔ اس معاملہ میں اتر اکھنڈ کی اٹھارہ سالہ شویتا سنگھ، بنگلور کے ۲۱ سالہ وشال جھا اور ۲۰ سالہ مینک راول کو پہلے ہی گرفتار کیا جا چکا ہے۔ شویتا محض بارہویں پاس ہے اور انجینئرنگ کی تیاری کر رہی تھی، اس کے کندھوں پر دو بہنوں اور ایک بھائی کی ذمہ داری ہے۔ اس کی ماں کی کینسر سے اور والد کی کورونا سے موت ہو چکی ہے۔ آسام سے پکڑے گئے نیرج بشنوی کے والد ایک دکان چلاتے ہیں۔ لاک ڈاؤن کے دوران وہ بھوپال سے گھر چلا آیا تھا۔ پورے دن اپنے کمرے میں بیٹھ کر کمپیوٹر میں مصروف رہتا تھا اور دیرات تک کام کرتا تھا۔ کچھ سیاسی پارٹیوں کے ارکان بھی اس سے ملنے آتے تھے۔ اس کی دونوں بہنیں جب اس کے کام پر شک کرتیں تو وہ ان سے جھگڑنے لگتا۔ حراست میں لیے گئے دونو جوانوں کی عمر بھی کوئی زیادہ نہیں ہے۔ سلی ڈیل اور بلی بائی ایپ پر مسلم خواتین کو نشانے پر لے کر ان کی بولی تک لگائی جا رہی تھی جبکہ کلب ہاؤس چیٹ ایپ پر مسلم خواتین سے متعلق انتہائی حیا سوز اور شرمناک تبصرے ہو رہے تھے۔ اس تنازع ایپ پر مسلم خواتین کی تصویریں اپ لوڈ کر کے ان کے بارے میں بے حیا اور نامناسب باتیں لکھی جاتی تھیں۔ اس سے پہلے بھی پچھلے سال جولائی میں ایسے ہی ایپ سنی ڈیل پر مسلم عورتوں کی عظمت کے ساتھ کھلوڑ کرنے کا معاملہ سامنے آیا تھا لیکن کوئی سخت کارروائی نہ ہونے پر اسی جیسا ایک اور ایپ سامنے آ گیا۔

گربھ ایک ہوسٹنگ پلیٹ فارم ہے، اس پلیٹ فارم پر الگ الگ طرح کے ایپ مل جائیں گے۔ گربھ ایک اوپن سورس پلیٹ فارم ہے جو استعمال کرنے والوں کو ایپ بنانے اور اشتراک کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اس کے لیے آپ کو ای میل کی ضرورت پڑتی ہے۔ بلی بائی ایپ پر مسلم خواتین کے ذہنی ظلم و ستم کا معاملہ اس وقت سامنے آیا جب ایک خاتون صحافی نے ٹویٹر پر اپنی آپ بیتی کو شیئر کیا۔ اس ایپ کو ڈیولپ کرنے والے لوگوں نے اس خاتون صحافی کی تصویر ایپ پر شیئر کر دی تھی۔ لوگ ان کی فوٹو پر بے حیائی کے کمنٹ لکھ رہے تھے۔ اس ایپ پر تقریباً سو خواتین کو ٹارگیٹ کیا گیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حراست میں لیے گئے خود نوجوانوں کی ذہنیت پر آگندہ ہے یا انھیں اس کام کے لیے ورغلا یا گیا ہے۔ سائبر ورلڈ نے دنیا کو ترقی کا راستہ ضرور دکھایا ہے لیکن یہ پراگندہ ذہنیت والوں اور مجرموں کے ناپاک منصوبوں کو انجام دینے کا ہتھیار بھی بن چکا ہے۔ سوال یہ بھی ہے کہ پکڑے گئے نوجوانوں کو کیا اس بات کا احساس نہیں تھا کہ ایسا کرنے پر معاشرتی تانا بانا بکھر سکتا ہے۔ کیا انھیں اس بات کی سمجھ نہیں تھی کہ اس سے معاشرہ میں نفرت اور انتقام کا جذبہ پھیل سکتا ہے جس کے نتیجے میں تشدد برپا ہو سکتا ہے۔ آخر چھوٹی عمر میں بڑا واقعہ انجام دینے کی سمجھان کے پاس کہاں سے آئی۔ اگر انھیں کسی نے گمراہ نہیں کیا تو یہ ہمارے معاشرہ کے لیے بہت خطرناک ہے کہ ہمارے نوجوان کس ذہنیت کا شکار ہو رہے ہیں۔ اتر اکھنڈ سے پکڑی گئی اٹھارہ سال کی لڑکی میں اتنی نفرت کیسے آگئی۔ کمپیوٹر انجینئرنگ کے طالب علم نیرج میں مجرمانہ کارنامہ انجام دینے کا حوصلہ کیسے آیا؟

# آئین میں دیئے گئے اقلیتوں کے حقوق کی پامالی اور دھرم سنسدوں میں

## مسلمانوں کے قتل عام کا اعلان کرنے والوں کے خلاف وزیراعظم کی خاموشی

### ہندوستانی جمہوریت کا کھولا مذاق

شبیہ کو داغدار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی کہا کہ ملک میں ایک ایسا نظام تیار کیا جا رہا ہے جس میں تعصب کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی۔ اسی اجلاس کو راجستھان کے وزیر اعلیٰ مسٹر اشوک گھلوٹ نے بھی خطاب کیا تھا جنھوں نے وزیراعظم کو متوجہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ”امن اور بھائی چارہ وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے کیونکہ ملک اس وقت تشدد کے ماحول کا شکار ہے۔“ بہت ممکن ہے محترم وزیراعظم نے اسی ضمن میں یہ بات کہی ہو، پھر ان کے

محترم وزیراعظم اس قاتلانہ ذہنیت کی مذمت تو کیا کرتے انھوں نے ۲۰ جنوری ۲۰۲۲ء کو سفید پوش ہندوستانی خواتین کی ایک تنظیم برہما کماریز کے ایک اجلاس میں ان مفروضہ دھرم سنسدوں میں کیے جانے والے اعلانات کی مخالفت کرنے والوں کو ہی یہ کہہ کر کٹھریے میں کھڑا کرنے کی کوشش کی کہ یہ لوگ ملک کی عالمی شبیہ کو داغدار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی اجلاس کو راجستھان کے وزیر اعلیٰ مسٹر اشوک گھلوٹ نے بھی خطاب کیا تھا جنھوں نے وزیراعظم کو متوجہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ”امن اور بھائی چارہ وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے کیونکہ ملک اس وقت تشدد کے ماحول کا شکار ہے۔“

سامنے تو ملک بھر کے دانشوروں، پروفیسروں، نوکر شاہوں اور صحافیوں کے ان ریٹائرڈ اعلیٰ افسروں کے بیانات اور اپیلیں بھی ہوں گی جو انھوں نے ان مفروضہ دھرم گوروؤں کے اشتعال انگیز بیانات کی مذمت میں جاری کیے ہیں اور خود وزیراعظم سے منہ کھولنے کی اپیل کی ہے۔

بہر حال وزیراعظم بولے اور بولے بھی وہ جس کی ان سے امید کی جاسکتی تھی جسے ہندوستان جیسے آزاد جمہوری اور سیکولر آئین کے حامل ملک کی جمہوریت کا کھلا مذاق نہ کہا جائے تو آخر اور کیا کہا جائے۔ جہاں تک مسلمانوں اور ملک کی دوسری اقلیتوں کا تعلق ہے وہ ملک کے موجودہ حکمرانوں کے نظریات و خیالات سے پوری طرح واقف ہیں، ان کا اپنے پاک پروردگار پر پورا بھروسہ ہے اور جب تک یہ بھروسہ قائم ہے دنیا کی کوئی طاقت بھی ان کا بال بیکا نہیں کر سکتی۔ فرعون آتے ہیں، چلے جاتے ہیں۔ اہل ایمان کو آج تک کوئی طاقت نہ مٹا سکی ہے نہ جھکا سکی ہے، ہمارے موجودہ حکمرانوں کو بھی نوشتہ دیوار پڑھ کر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے۔ □□

ہے۔ اور یہ ہندوستانی جمہوریت کا کھلا مذاق ہے۔ بیان میں گلوبل جینوسائڈ وائچ کے سربراہ ڈاکٹر گرگری اسٹینٹن کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ ہندوستان کے لیڈر ہونے کے ناطے وزیراعظم کا فرض تھا کہ وہ اس کی مذمت کرتے لیکن انھوں نے ایک لفظ نہیں کہا۔ بیان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۲۰۲۰ء میں مرکزی وزیرانورگٹھا کرنے دہلی میں انتخابی جلسے کے دوران مبینہ طور پر گولی مار ڈالنے کا نعرہ لگوا دیا تھا، تب بھی وزیراعظم نے کچھ نہیں کہا تھا اور اب نسل کشی کی اپیل پر بھی وہ خاموش ہیں۔

(آئی ایم ایس ڈی) نے ہری دوار میں ہونے والی دھرم سنسد میں ہندوستانی مسلمانوں کی نسل کشی کی مبینہ طور پر اپیل کرنے کے معاملے میں وزیراعظم نریندر مودی کی خاموشی کو گھناؤنا ناک اور ہندوستانی جمہوریت کا کھلا مذاق قرار دیتے ہوئے ان سے پوچھا کہ وہ ہندوستان اور دنیا کے مسلمانوں کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟ آئی ایم ایس ڈی نے ایک بیان میں کہا کہ وزیراعظم اجتماعی قتل کی مبینہ اپیل پر بھی خاموشی اختیار کرنے والے جمہوری دنیا کے واحد لیڈر ہیں۔ اس نے الزام لگایا کہ کھلے عام نفرت پھیلانے والی دھرم سنسد اسی ہندو فیکٹری کا جزو لاینفک ہے جس کو وقت بے وقت مودی خود ایندھن فراہم کرتے ہیں۔ ’ڈان‘ میں ’گلوبل جینوسائڈ وائچ‘ کے سربراہ ڈاکٹر گرگری اسٹینٹن اور راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ کے سربراہ موہن بھاگوت کے تبصروں اور ۲۰۲۰ء میں مرکزی وزیرانورگٹھا کرنے کے مبینہ گولی مار ڈالنے کے لے کر کارروائی نہ کرنے کا بھی ذکر ہے۔ اس بیان میں اداکار نصیر الدین شاہ، ڈاکیومنٹری فلم ساز آئند پٹورھن و شمع زیدی، نغمہ نگار جاوید اختر، فلمی مصنف انجم راجا بلی، صحافی عسکری زیدی، قربان علی، جاوید نقوی اور مصنف رام پنپانی سمیت ۲۷۸ دانشوروں کے دستخط ہیں۔ آئی ایم ایس ڈی نے کہا کہ دھرم سنسد پر بولنے اور اس کے ارکان پر ٹھوس کارروائی کرنے کے لیے ملک وغیرہ ملک کے کئی لوگوں نے وزیراعظم سے مطالبہ کیا ہے۔ اس کے باوجود وہ خاموش ہیں اور ان کی خاموشی بہت کچھ کہتی

جہاں تک مسلمانوں اور ملک کی دوسری اقلیتوں کا تعلق ہے وہ ملک کے موجودہ حکمرانوں کے نظریات و خیالات سے پوری طرح واقف ہیں، ان کا اپنے پاک پروردگار پر پورا بھروسہ ہے اور جب تک یہ بھروسہ قائم ہے دنیا کی کوئی طاقت بھی ان کا بال بیکا نہیں کر سکتی۔ فرعون آتے ہیں، چلے جاتے ہیں۔ اہل ایمان کو آج تک کوئی طاقت نہ مٹا سکی ہے نہ جھکا سکی ہے، ہمارے موجودہ حکمرانوں کو بھی نوشتہ دیوار پڑھ کر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے۔

بڑے اخبارات اور الیکٹرانک چینل کے مالکان فسطائی نظریات کے غلام ہیں۔ اس میڈیا کا واحد کام حکومت کے اقدامات کے لیے فضا ہموار کرنا اور اپوزیشن کو بدنام کرنا بلکہ مذاق اڑانا ہے۔ ٹی وی چینلوں پر ہونے والے مباحثے انتہائی غیر سنجیدہ ہوتے ہیں۔ شرکاء ایسی زبان کا استعمال کرتے جس کی توقع کسی جمہوری ملک میں نہیں کی جاسکتی۔ محض ٹی وی آر پی کی خاطر گہرا کن پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ سوشل میڈیا بھی بے لگام گھوڑے کی مانند دوڑا جا رہا ہے۔ فحش اور اخلاق سے گرا ہوا

اس وقت ہندوستان جن حالات سے گزر رہا ہے ان پر نظر ڈالیں تو جواب نفی میں ہی آئے گا اس لیے کہ آپ جس طرف اور جس شعبہ زندگی پر بھی نظر ڈالیں گے آپ کو آئین کی دھجیاں ہی نظر آئیں گی۔ آئین میں درج شہریوں کے بنیادی حقوق کا کھلے عام حکومت کے ایوانوں میں مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ اس مذاق میں میڈیا ساتھ دے رہا ہے اور عدالتیں مسکرا رہی ہیں۔ آئین میں درج مذہبی آزادی کا جنازہ نکل گیا ہے۔ دائرہ، ٹوپی اور نقاب پر طنز کے تیر برسائے جا رہے

ہیں۔ ایودھیا کے بعد کاشی اور مٹھرا کا کھیل جاری ہے۔ لوجہاد کے نام پر پسند کی شادی اور تبدیلی مذہب کے خلاف قانون سازی کی جارہی ہے، اپنے دھرم کے پرچار کی آزادی کا استعمال کرنے والے جیلوں میں ٹھونسے جارہے ہیں، اپنے حق کے لیے آواز اٹھانے پر گولیوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ بیف کے نام پر فریج اور کچن کی تلاشی لی جارہی ہے۔ دلی ڈیل اور بلی بانی ایپ کے ذریعہ مسلم خواتین کی آبرو کو اچھالا جا رہا ہے۔ گھس پٹھیوں کی تلاش میں ایک خاص مذہب کے شہریوں کو ملک بدر کرنے کی منصوبہ بندی کی جارہی ہے، سرعام قتل کرنے اور مارنے کی دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آئین میں درج تمام بنیادی حقوق داؤں پر ہیں۔ نہ آپ اپنی مرضی سے کھا سکتے ہیں، نہ اپنی مرضی کا مذہب اپنا سکتے ہیں، نہ اپنی پسند کی شادی کر سکتے ہیں۔ یہ اس وقت ہمارے وطن عزیز کی صورت حال ہے جب ہم اپنی جمہوریت کا جشن منا رہے ہیں۔

جمہوریت کا ایک ستون میڈیا ہے جس کا نوے فیصد حصہ بھگوا ہو چکا ہے۔ تمام

جمہوریت کا ایک ستون میڈیا ہے جس کا نوے فیصد حصہ بھگوا ہو چکا ہے۔ تمام الیکٹرانک چینل کے مالکان فسطائی نظریات کے غلام ہیں۔ اس میڈیا کا واحد کام حکومت کے اقدامات کے لیے فضا ہموار کرنا اور اپوزیشن کو بدنام کرنا بلکہ مذاق اڑانا ہے۔ ٹی وی چینلوں پر ہونے والے مباحثے انتہائی غیر سنجیدہ ہوتے ہیں۔ شرکاء ایسی زبان کا استعمال کرتے جس کی توقع کسی جمہوری ملک میں نہیں کی جاسکتی۔ محض ٹی وی آر پی کی خاطر گہرا کن پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ سوشل میڈیا بھی بے لگام گھوڑے کی مانند دوڑا جا رہا ہے۔

جمہوریت کا ایک ستون میڈیا ہے جس کا نوے فیصد حصہ بھگوا ہو چکا ہے۔ تمام الیکٹرانک چینل کے مالکان فسطائی نظریات کے غلام ہیں۔ اس میڈیا کا واحد کام حکومت کے اقدامات کے لیے فضا ہموار کرنا اور اپوزیشن کو بدنام کرنا بلکہ مذاق اڑانا ہے۔ ٹی وی چینلوں پر ہونے والے مباحثے انتہائی غیر سنجیدہ ہوتے ہیں۔ شرکاء ایسی زبان کا استعمال کرتے جس کی توقع کسی جمہوری ملک میں نہیں کی جاسکتی۔ محض ٹی وی آر پی کی خاطر گہرا کن پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ سوشل میڈیا بھی بے لگام گھوڑے کی مانند دوڑا جا رہا ہے۔

## کہیں دیر نہ ہو جائے، ٹال مٹول ایک خراب عادت

ذاتی اور شخصی کمزوریوں میں ایک بڑی کمزوری کام میں تاخیر کی ہے، ٹال مٹول اور وقت پر کام کر گزرنے کا مزاج اصلاح ختم ہوتا جا رہا ہے، دفاتر خواہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری ان میں دیر سے حاضر ہونا ایک فیشن سا ہو گیا ہے، سرکاری دفاتر میں یہ معاملہ کچھ زیادہ ہی ہے، پٹنہ میں بعض سرکاری دفاتر کے کارکنان کا نعرہ ہے، ”بارہ بجے لیٹ نہیں اور تین بجے کے بعد جھینٹ نہیں“ کم کارکنان ہیں جو اس اصول سے اپنے والگ رکھتے ہیں، غیر سرکاری دفاتر میں چوں کہ دارو گیر کامزاج ہے اور سب کچھ دفتر کے سربراہ اور باس کے رحم و کرم پر ہوتا ہے، اس لیے ہٹا دیے جانے اور تخرابہ جانے کے ڈر سے یہاں تاخیر کا تناسب کم ہوتا ہے، دفتر کے ذمہ داروں نے اس کا صلہ یہ نکالا کہ حاضری کے لیے میٹین کا استعمال کرایا جائے، بھائیوں نے اس کا صلہ بھی ڈھونڈ نکالا اور گٹھکا لگا کر چلتے رہنے کا چلن عام سا ہو گیا، بات وہیں کی وہیں رہ گئی۔

ذمہ داروں کی ادائیگی میں تاخیر انتہائی غیر ذمہ دارانہ اور غیر شریفانہ عمل ہے، مہینے بھر میں ایک دو دن تاخیر ہو سکتی ہے، لیکن اس کو معمول بنا لینا غیر شرعی بھی ہے اور غیر اخلاقی بھی۔ اعذار بہت سارے بیان کیے جاسکتے ہیں، اور لوگ کرتے ہی رہتے ہیں، لیکن عذری پیشی تاخیر سے کام کو انجام دینے اور دفتر میں حاضری کا بدلہ کسی طور پر نہیں ہے۔ اس لیے اس عادت کو جس قدر جلد ہوتے کرنا چاہیے، تاخیر کیوں ہوتی ہے؟ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ہم کام کے سلسلہ میں سنجیدہ نہیں ہوتے، ہر وقت ذہن و دماغ میں یہ بات گردش کرتی ہے کہ اچھا کر لیں گے نا، ابھی بہت وقت ہے، دفتر چلے جائیں گے نا، بعض لوگ پندرہ پندرہ منٹ پر یاد دہانی کے لیے الارم لگا کر رکھتے ہیں، وقت ٹکٹا جاتا ہے اور الارم کے بار بار یاد دہانی کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا، انہیں عین وقت پر کوئی کام یاد آ جاتا ہے، بعض لوگ گھور پیٹھ کے عادی ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کو دفتر سے نکلنے کے بعد گھر کو کوئی کام یاد آ جاتا ہے اور تھوڑی دور چل کر وہ گھر کی طرف چل پڑتے ہیں، ظاہر ہے ایسے میں تاخیر ہونی ہی ہے، اب اگر پوچھئے کہ لیٹ کیوں آتے ہو تو چل کر کہیں گے کہ ”میں دیر کرتا نہیں دیر ہو جاتی ہے“۔

بھائی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس پروجیکٹ اور منصوبے پر ہم کام کر رہے ہوتے ہیں اور اسے

لیکن وہ بعد بھی نہیں آ پاتا، جس میں وہ اس کام کے کر گزرنے پر قادر ہو جائیں، کیونکہ ایسے لوگوں کا ذہن آرام طلب ہوتا ہے وہ جسمانی آرام کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، یہ آرام طلبی انہیں سست اور کاہل بنا دیتی ہے، اس سے وقتی آرام تو مل جاتا ہے، لیکن نتیجے کے اعتبار سے بعد میں یہ تکلیف دہ ہو جاتا ہے اور اس کا نقصان کبھی تو اس شخص کو اور کبھی جس ادارے اور تنظیم سے وہ جڑا ہوا ہے اس کو اٹھانا پڑتا ہے۔ نفسیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ ٹالنے اور جذبات میں ہوتے ہیں تو دماغ کا وہ حصہ سرگرم عمل ہوتا ہے جسے طبی زبان میں لمبک سسٹم سے تعبیر کیا جاتا ہے، دماغ کا ایک دوسرا حصہ پری فٹل کارٹکس کہلاتا ہے، یہ حصہ منصوبہ بنانے، مقاصد تک پہنچنے اور فیصلہ لینے میں ہماری مدد کرتا ہے،

وقت پر مکمل کر کے کمپنی یا ادارے کے حوالہ کرنا ہے، تاخیر کی عادت کی وجہ سے ہمارے اوپر یہ خوف طاری ہوتا ہے کہ شاید ہم اس کام کو وقت پر مکمل نہیں کر سکیں گے، اس سوچ سے نفسیاتی طور پر ہمارے کام کرنے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے اور وقتاً ہم اس کام کو وقت پر پورا نہیں کر پاتے، اگر ہم پوری ایمانداری کے ساتھ اس منصوبہ پر وقت کی پابندی کے ساتھ کام کرتے تو کام وقت پر مکمل ہو جاتا اور ہمیں اپنے سے بڑے ذمہ داری جھڑکیاں نہیں پڑتیں۔

ٹالنا ایک عادت ہے، اس عادت کی وجہ سے ہی تاخیر ہوتی ہے، بڑوں نے کہا ہے کہ آج کا کام کل پر نہ ڈال، جو کل پر نہ ڈال، جو کل کرنا ہے اسے آج کر اور جو آج کرنا ہے اسے ابھی کر ڈال، جو لوگ ٹال مٹول کرتے ہیں ان کی قوت ارادی کمزور ہوتی ہے، وہ بعد میں کر لیں گے کا درد تو کرتے رہتے ہیں،

بڑوں نے کہا ہے کہ آج کا کام کل پر نہ ڈال، جو کل کرنا ہے اسے آج کر اور جو آج کرنا ہے اسے ابھی کر ڈال، جو لوگ ٹال مٹول کرتے ہیں ان کی قوت ارادی کمزور ہوتی ہے، وہ بعد میں کر لیں گے کا درد تو کرتے رہتے ہیں، لیکن وہ بعد بھی نہیں آ پاتا۔

لیکن وہ بعد بھی نہیں آ پاتا، جس میں وہ اس کام کے کر گزرنے پر قادر ہو جائیں، کیونکہ ایسے لوگوں کا ذہن آرام طلب ہوتا ہے وہ جسمانی آرام کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، یہ آرام طلبی انہیں سست اور کاہل بنا دیتی ہے، اس سے وقتی آرام تو مل جاتا ہے، لیکن نتیجے کے اعتبار سے بعد میں یہ تکلیف دہ ہو جاتا ہے اور اس کا نقصان کبھی تو اس شخص کو اور کبھی جس ادارے اور تنظیم سے وہ جڑا ہوا ہے اس کو اٹھانا پڑتا ہے۔

نفسیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ ٹالنے اور جذبات میں ہوتے ہیں تو دماغ کا وہ حصہ سرگرم عمل ہوتا ہے جسے طبی زبان میں لمبک سسٹم سے تعبیر کیا جاتا ہے، دماغ کا ایک دوسرا حصہ پری فٹل کارٹکس کہلاتا ہے، یہ حصہ منصوبہ بنانے، مقاصد تک پہنچنے اور فیصلہ لینے میں ہماری مدد کرتا ہے،

لیا ایمر جنسی فنڈ آپ کی مدد کر سکتا ہے۔ مالی تر جیحات: اپنے مالی معاملات میں کس کو ترجیح دینی ہے اور کس کو نہیں، اس سے آپ کو واقف ہونا چاہیے۔ اپنی آمدنی پر نظر ثانی کریں گے تو ترجیحات بنانے میں آسانی ہوگی۔

مالیاتی مقاصد کا جائزہ: ہر ہفتے ایک بار اپنے مالیاتی مقاصد کا جائزہ لیں کہ وہ کس حد تک پورے ہو رہے ہیں۔ کسی قسم کی پیش رفت ہو رہی ہے یا نہیں؟

مالیاتی ٹرانزیکشن کی ٹریکنگ: ایک ایسا نظام بنانے کی کوشش کریں جس سے آپ اپنے مالیاتی ٹرانزیکشن کو ٹریک کر سکیں۔ آپ کے سامنے ایک واضح تصویر ہونی چاہیے کہ آپ کی آمدنی کے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔

مالیاتی اکاؤنٹس پر نظر رکھنا: اپنے مالیاتی اکاؤنٹس کو بھی چیک کرتے رہنے کی عادت آپ کو اپنے اخراجات والے اکاؤنٹس پر نظر ثانی کرنے کا موقع دے گی۔ (باقی صفحہ ۱۲ پر)

## ترکمانستان میں ’جہنم کا دروازہ‘ بند کرنے کی تیاری

ترکمانستان کے صدر نے ملک میں دوزخ کے دروازے یعنی ’گیٹ وے ٹو ہیل‘ کو بجھانے کا حکم دیا ہے۔ ترکمانستان کے شمال میں ایک بڑا سا گڑھا ہے جسے ’جہنم یا دوزخ کا دروازہ‘ یعنی ’گیٹ وے ٹو ہیل‘ کہا جاتا ہے۔ ترکمانستان کے ۷۰ فیصد حصے پر صحرائے قراقم پھیلا ہوا ہے۔ ساڑھے تین لاکھ مربع کلومیٹر پر محیط اس صحرائے شمال کی طرف ایک بڑا گڑھا ہے جس کا نام گیٹ کریر ہے۔ ۶۹ میٹر چوڑے اور ۳۰ میٹر گہرے اس گڑھے میں گزشتہ کئی دہائیوں سے آگ سلگ رہی ہے لیکن اس کی وجہ کوئی شیطان نہیں بلکہ اس سے نکلنے والی قدرتی گیس (میٹھن) ہے۔ صدر قربان قلی بردی محمدوف چاہتے ہیں کہ ان کے اس قدم کو ماحولیاتی اور صحت کی وجوہات کے ساتھ ساتھ گیس کی برآمدات کو بڑھانے کی کوششوں کے طور پر بھی دیکھا جائے۔ ایک پیغام میں صدر قربان قلی نے کہا کہ ہم اہم قدرتی وسائل کھوتے جا رہے ہیں جو ہمارے لیے بہت فائدہ مند ہو سکتے تھے۔ ہم انھیں اپنے لوگوں کی زندگیوں کو بہتر بنانے کے لیے استعمال کر سکتے تھے۔ انھوں نے حکام کو آگ بجھانے کا کوئی راستہ تلاش کرنے کا حکم دیا ہے تاہم یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ ترکمانستان دوزخ کے دروازے میں لگی آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس سے قبل ۲۰۱۰ء میں بھی صدر نے ماہرین سے کہا تھا کہ وہ اس آگ کو بجھانے کے طریقے تلاش کریں۔

یہ گڑھا کب بنا؟ لوگوں کا خیال ہے کہ ۱۹۷۰ء میں سوویت یونین کے ماہرین ارضیات قراقم کے صحرائے خام تیل کے ذخائر تلاش کر رہے تھے۔ یہاں انھیں ایک جگہ قدرتی گیس کے ذخائر ملے لیکن تلاشی کے دوران وہاں کی زمین جھنسن گئی اور وہاں تین بڑے گڑھے بن گئے۔ ان گڑھوں سے میٹھن کے اخراج کا خطرہ تھا جو فضا میں تحلیل ہو سکتی تھی۔ ایک نظریہ کے مطابق اسے روکنے کے لیے ماہرین ارضیات نے ان میں سے ایک کو آگ لگا دی۔ ان کا خیال تھا کہ چند ہفتوں میں میٹھن ختم ہو جائے گی اور آگ خود بخود بجھ جائے گی لیکن کیپیڈا کے سیاح جارج کورنٹس کا کہنا ہے کہ انھیں اس کہانی کے حق میں کوئی دستاویز نہیں مل سکی جسے سچ سمجھا جائے۔

۲۰۱۳ء میں نیشنل جیوگرافک چینل کے لیے بنائے جانے والے پروگرام کے دوران ایک ٹیم ترکمانستان کے اس علاقے میں پہنچی، جارج کورنٹس اس ٹیم کے رکن تھے۔ وہ یہ جانے وہاں گئے تھے کہ اس گڑھے میں مسلسل جلتی آگ دراصل کب شروع ہوئی لیکن ان کی تحقیق نے سوالات کے جواب دینے کے بجائے مزید سوالات کو جنم دے دیا۔ ترکمانستان کے ماہرین ارضیات کے مطابق یہ بڑا گڑھا دراصل ۱۹۶۰ء کی دہائی میں بننا تھا لیکن اس میں آگ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں لگی۔ مورخ جیروم پیرووک کا کہنا ہے کہ دوزخ کے دروازے کے بارے میں جو پراسراریت ہے وہ مکمل طور پر مٹنی ہے۔ آگ کا یہ گڑھا جو صحرائے قراقم کا ایک بڑا حصہ تھا، اس سے جان و مال کے نقصان کا اندیشہ نہ تھا اور اس کا اثر بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اس وقت سوویت یونین کے پاس قدرتی گیس یا ایندھن کی کوئی کمی نہیں تھی، وہ ہر سال سات لاکھ کیوبک میٹر قدرتی گیس پیدا کرتا تھا۔ ایسے میں عین ممکن ہے کہ گیس کو جلا دینا ان کے لیے ایک قابل عمل تجویز ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ سوئٹزرلینڈ جیسا ملک ہر سال پندرہ ہزار سے سولہ ہزار کیوبک میٹر قدرتی گیس استعمال کرتا تھا لیکن اس کا چار گنا جلا کر ختم کر دینا سوویت یونین کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ عقلی طور پر اسے پائپ لائن کے ذریعہ منتقل کرنے کے بجائے انھوں نے اسے جلانے کا فیصلہ کیا ہوگا۔ قدرتی گیس کو دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے انھیں یہاں بڑے پیمانے پر تعمیراتی کام کرنا پڑتا۔ کورنٹس کی تحقیقی ٹیم میں شامل مائیکرو بایولوجسٹ اسٹیفن گرین کہتے ہیں کہ میٹھن کو ماحول میں بے قابو چھوڑ دینا ایک برا خیال ہے اور اسے جلانے کا فیصلہ قابل فہم ہے۔ یہ بہت خطرناک ہو سکتا تھا کیونکہ جب تک آگ لگی رہے گی میٹھن گیس ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی، ورنہ وقتاً فوقتاً وہاں کسی بڑے دھماکے کا خطرہ رہتا۔ یہ درست ہے کہ فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس چھوڑنا نقصان دہ ہے لیکن میٹھن گیس کو فضا میں چھوڑنا اس سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ عراق، ایران اور امریکہ جیسے کئی ممالک میں بھی اسے فضا میں چھوڑنے کے بجائے جلا دیا جاتا ہے۔ جیروم پیرووک کا کہنا ہے کہ بد قسمتی سے یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا اب تک کوئی حل تلاش نہیں کیا جاسکتا ہے تاہم اس سے قبل بھی آگ بجھانے کی کوششیں کی جا چکی ہیں۔ ۲۰۱۰ء میں بھی صدر نے ماہرین کو آگ بجھانے کے طریقے تلاش کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد ۲۰۱۸ء میں صدر نے باضابطہ طور پر اس کا نام تبدیل کر کے ’شامنگ آف قراقم‘ رکھ دیا۔ یہ میٹھن پھیلانے والا گڑھا ہر سال تقریباً چھ ہزار ہا سوں والے اس ملک کے سب سے بڑے سیاحتی مقامات میں سے ایک بن گیا ہے۔ صحرائے قراقم میں یہ گڑھارات کے وقت بھی دور سے نظر آتا ہے اور بہت سے سیاح اسے دیکھنے جاتے ہیں۔

## قطر کے پُرل آئی لینڈ سے دی میں دی پام تک مصنوعی جزیروں کا بڑھتا رجحان

دنیا بھر میں مصنوعی جزائر بنانے کے عمل میں غیر معمولی حد تک اضافہ ہوا ہے۔ ہم نے اس تازہ ترین رجحان کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے، جس کے تحت انسان دنیا بھر کی جھیلوں اور سمندروں کو زمین میں بدلنے کی مصنوعی کوششوں میں مصروف ہیں۔ سینکڑوں سال قبل سولومون جزیروں کے رہائشیوں نے جھیلوں کو بھرا دیا تھا، ایک جھیل میں ۸۰۰ مصنوعی جزیرے بنائے تھے۔ بانی میں پتھر اور موٹے تہہ در تہہ رکھتے رکھتے اس عمل کو مکمل ہونے میں صدیاں بیت گئیں۔ انسانی تاریخ میں ایسی کئی کوششوں کی نظیر ملتی ہیں جن میں یہ سعی کی گئی کہ دریاؤں، سمندروں اور جھیلوں میں رہائش کے قابل خشک زمین کے چھوٹے چھوٹے خطے بنائے جاسکیں لیکن ۲۱ ویں صدی میں ان کوششوں میں ایک نئی آرزو شامل ہوئی، جس میں کسی حد تک گھنڈا اور غور کی جھلک بھی ملتی ہے۔

برطانیہ کی نیوکسیل یونیورسٹی سے تعلق رکھنے والے سماجی جغرافیہ داں الیستر بونیٹ کے مطابق ہم عہد جزائر میں جی رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نئے جزائر جس تعداد اور پیمانے پر بنائے جا رہے ہیں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مصنوعی جزائر کی اس نئی پود میں جہاں ایک جانب پہلے کی نسبت زیادہ بہادری اور شان و شوکت نظر آتی ہے وہیں الیستر بونیٹ کی کتاب ’ایلس ویز: جرنی انٹو اور تاج آف آئی لینڈز‘ کے مطابق ماضی میں ہمارے آباؤ اجداد کے بنائے گئے جزیروں کی نسبت یہ کہیں زیادہ نقصان دہ بھی ہیں۔ الیستر بونیٹ نے دنیا بھر میں انسانوں کے بنائے گئے ان مصنوعی جزائر کا دورہ (باقی صفحہ ۱۲ پر)

## معاشی آسودگی کیسے حاصل کریں؟

گوشت روزگار

ایمر جنسی فنڈ مالی صحت کے دل کی دھڑکن ہوتی ہے۔ یہ فنڈ آپ کو قرض سے بچاتا ہے۔ اس فنڈ کا آغاز چھوٹی رقم سے کریں۔ جب اس میں ایک ماہ کے اخراجات جمع ہو جائیں تو اس کے بعد اس کو دو ماہ کی بچت تک لے جائیں۔ جب یہ ایک سال کے اخراجات تک چلا جائے تو اس کو بند کر کے پھر سے ایک ماہ سے نئی شروع کر دیں۔

دورانہ خریداری کا اندازہ: بنیادی اخراجات مثلاً ماہانہ بیلوں سے ہٹ کر دورانہ خریداری کا اندازہ مقرر کریں۔ اپنے اندازے سے زیادہ خریداری سے گریز کی عادت بنائیں۔ گذشتہ ماہ کے تمام اخراجات کو کسی جگہ لکھ لیں، سارے مہینے کے اخراجات کو ۳۰ پر تقسیم کرنے سے روزانہ کے اخراجات کا اندازہ ہو جائے گا۔

غیر متوقع اخراجات: زندگی میں اچانک اضافی اخراجات کا اکثر سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کوئی بھی ایمر جنسی صورتحال درپیش ہو سکتی ہے۔ غیر متوقع اخراجات کا سامنا کرنا چاہیے۔ اس کے

کیا آپ اپنے بینک اکاؤنٹ میں رقم بڑھانا چاہتے ہیں؟ اگر آپ کا جواب ہاں میں ہے تو پھر اپنی معاشی آسودگی کے لیے نئی عادات اپنائیں کیونکہ آپ کی مالی صحت کا انحصار بھی انہی عادات پر ہے جو آپ کی جسمانی صحت کیلئے ضروری ہیں۔ مثلاً ورزش آپ کو فٹ رکھتی ہے تو یہی عادت آپ کو مالی لحاظ آسودہ بنانے میں مدد دے گی۔ آئیے پہلے ہم ان عادات کی ایک فہرست بنائیں، جن کو اپنانا ضروری ہے۔

کمائی سے کم خرچیں: یہ وہ بنیادی عادت ہے جو آپ کو سب سے پہلے اپنانا ہوگی۔ اگر آمدنی سے زیادہ خرچ کریں گے تو ادھار لے بغیر گزارہ شکل ہو جائے گا۔ چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانے کا محاورہ اس عادت کی درست ترین تفہیم ہے۔

سب سے پہلے بچت: بچت خود کو ادائیگی کی شکل ہے۔ اپنی کمائی انٹخواہ میں سے بچت کا حصہ سب سے پہلے الگ کریں۔ یہ کم یا زیادہ ہو سکتی ہے لیکن یہ ہر مقررہ تاریخ کو ہونی چاہیے۔ ایمر جنسی فنڈ: ماہرین مالیات کہتے ہیں

# مسلمان بھی فرقہ واریت کی بنیاد پر ووٹ نہیں دیتا

## اس نے ہمیشہ مین اسٹریم سیاسی پارٹیوں کا ساتھ دیا ہے

موجودہ دور میں مسلمانوں کو الگ تھلگ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہندوستان مختلف رائے رکھنے والے طبقوں کا ایک کنبہ ہے

جمعیت علماء ہند کے محترم صدر اور راجیہ سبھا کے سابق ممبر حضرت مولانا محمود اسعد مدنی کا انٹرویو

کے وزیر اعلیٰ عہدہ کے امیدوار نے یہاں تک کہہ دیا کہ انھیں میاں بھائیوں کا ووٹ نہیں چاہیے۔ سیکولرزم کے نام پر مسلمانوں کو ٹھکانا تو نہیں گیا؟

ج: اگر سیکولرزم کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان انتساب کچھ کیسے حاصل کر پاتے۔ شکایتیں تو دوسرے طبقوں کی بھی ہیں۔ زندگی کے ساتھ شکایتیں اور مطالبے ہوتے رہتے ہیں۔ سب نے دھوکا دیا ہوتا تو مسلمان اس حالت میں کیسے ہوتا۔

ج: یہی اے اے، این آر سی انتخابی موضوع بنے گا؟

ج: مجھے نہیں لگتا کہ یہ کوئی انتخابی موضوع بنے گا۔ یہ الگ لمبی بحث کا موضوع ہے کہ جس انداز میں اس کی مخالفت ہو رہی ہے، مناسب ہے یا نہیں؟

ج: سرکار کی مختلف اسکیموں سے استفادہ کرنے والے کافی تعداد میں مسلمان بھی ہیں، اس پر کیا کہیں گے؟

ج: میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ ہر حکومت کچھ اچھے کام بھی کرتی ہی ہے۔ اس کی تعریف کی جانی چاہیے، لیکن موجودہ ماحول کا موضوع اچھے کاموں پر حاوی ہو گیا ہے۔ ملک کی تمام سیاسی پارٹیوں نے ملک کے لیے کافی کچھ کیا ہے۔ اس کا فائدہ مسلمانوں کو بھی ملا۔ ہمیں ایک ایسی حکومت چاہیے جو انصاف کے ساتھ سمجھوتہ نہ کرے۔ آگے بڑھنے کے مواقع کو صاف و شفاف ڈھنگ سے سب کے لیے مہیا کرے، جو قابل ہوا سے حاصل کر لے۔

ج: انتخابی قوتے جاری کرنا کہاں تک درست ہے؟

ج: میں خود عالم ہوں، میرا ماننا ہے کہ قوتے صرف مذہبی معاملات پر دیئے جاسکتے ہیں، سیاست پر نہیں۔ ہزاروں مفتی بھی ایک جگہ جمع ہوں تو بھی کسی خاص پارٹی کو ووٹ دینے کی بات کہنا ناانجسب ہے۔

مسلمان ہمیشہ قومی دھارے کی سیاسی پارٹیوں سے ہی وابستہ رہے ہیں۔ بھی فرقہ واریت کی بنیاد پر ووٹ نہیں دیا۔ یہ سچ ہے کہ مسلمانوں کو موجودہ دور میں الگ تھلگ کیا جا رہا ہے، مگر یہ بھی سچ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں نے یہاں دیگر کسی بھی ملک سے کہیں زیادہ حاصل کیا ہے۔ یہ کہنا ہے ہند۔ پاک تقسیم کی مخالفت کرنے والی فعال تنظیم جمعیۃ علماء ہند کے صدر اور سابق راجیہ سبھا ممبر مولانا سید محمود مدنی کا۔ وہ کہتے ہیں کہ اچھا ہوتا کہ مسلمان دوسری پارٹیوں کی طرح ہی بی بی جے پی کو بھی ووٹ دینے کے بارے میں سوچ پاتے، حالانکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو کسی خاص پارٹی کو ہرانے کی سوچ کے ساتھ ووٹ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اچھے امیدواروں کو کامیاب کرنے کی ذہنیت کے ساتھ ووٹ دینا چاہیے۔ ہم مولانا موصوف کا یہ انٹرویو ہندی روزنامہ 'امرا' جالاکے شکر یہ کے ساتھ اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

بدولت بہت کچھ حاصل کیا ہے۔

ج: محمد علی جناح بھی کافی سیاسی بحث میں رہے؟

ج: محمد علی جناح نے ملک کی تقسیم کی بات کر کے تاریخی گناہ کیا۔ مذہب کی بنیاد پر کوئی ملک نہیں بنتا۔ ایسا ہوتا تو پھر پاکستان سے مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) بھی الگ نہیں ہوتا، اس سے سبق ملتا ہے کہ مذہب کی بنیاد پر ملک کو متحد نہیں رکھا جاسکتا۔ تقسیم کا فائدہ آج دنیا اٹھا رہی ہے۔ یہ پورے برصغیر کے لیے نقصان پہنچانے والا رہا۔ جن ہندوستانی مسلمانوں نے ہندوستان کو اپنا مسکن منتخب کیا انھوں نے کسی بھی ملک کے مسلمان سے زیادہ ہی حاصل کیا ہے۔

ج: بی بی جے پی تھرا کے مسئلہ کو بھی ابھار رہی ہے؟

ج: انتخابی لحاظ سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے بی بی جے پی ایسا کر رہی ہے۔ یہ قومی مفاد میں نہیں ہے۔ بی بی جے پی غلطی کر رہی ہے۔ بی بی جے پی سب کا ساتھ سب کا داکس، سب کا وشواس، کا صرف نعرہ دیتی ہے۔ اس پر عمل نہیں کرتی۔ میں اچھی صورت مانوں گا اگر ہندوستانی مسلمان یہ محسوس کرے کہ دوسری پارٹیوں کی طرح بی بی جے پی کو بھی ووٹ دیا جاسکتا ہے لیکن تالی ایک ہاتھ سے نہیں جگ سکتی۔ آسام انتخابات کے دوران بی بی جے پی

ج: کیا مسلمانوں کی سیاسی نمائندگی کم ہوئی ہے؟

ج: یہ تشویش کی بات ہے۔ آج ملک میں مسلمانوں کو آکسولٹ (الگ تھلگ) کیا جا رہا ہے۔ وہ ایسے محسوس بھی کر رہے ہیں۔ اگر یہ جاری رہا تو یہ بدقسمتی ہوگی۔ قومی ترقی میں اس کے اثرات کو بڑھانا ہوگا۔ نہ صرف سیاسی بلکہ سماجک، تعلیمی اور سلامتی کے محاذ پر بھی۔ سب کے بارے میں

ہندوستان مختلف رائے رکھنے والوں اور طبقوں کا ایک کنبہ ہے۔ بی بی جے پی اسے توڑنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس سے ملک کا نقصان ہوگا۔ لوگ ذات اور مذہب میں تقسیم ہوں، یہ نہ تو معاشرہ کے مفاد میں ہے اور نہ ملک کے مفاد میں۔

کہیں تو باصلاحیت ترقی کا کام کرنا ہوگا، لیکن اس ملک میں مسلمانوں نے بہت کچھ حاصل کیا ہے اس لیے انھیں ناامید یا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ دولت مند مسلمان تو پاکستان چلے گئے تھے، یہاں تو زیادہ تر مزدور طبقہ کے لوگ رہ گئے تھے۔ تفریق کے باوجود انھوں نے اپنی محنت اور ملک میں ملے پلیٹ فارم (دستوری حق) کی

ج: اوبی صاحب اچھے بولنے والے، قومی لیڈر اور پیرسٹر ہیں لیکن بہت ساری باتوں پر میں ان سے متفق نہیں ہوں۔ اس متفق نہ ہونے کے باوجود کہنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ اپنی پارٹی کھڑی کرنا چاہتے ہیں تو اس کی مخالفت نہیں کرنا چاہیے۔ یہ ہماری جمہوریت کی خوبصورتی ہے کہ جوڑنا چاہیے لڑے۔ یہ اس کا اصولی حق ہے، کسی کی نظر میں اوبی بی بی جے پی کے ایجنٹ ہو سکتے ہیں پھر بھی ان کے پارٹی قائم کرنے کے حق کو روکا نہیں جاسکتا۔ اگر اے آئی ایم آئی نے کوئی اچھا امیدوار میرے حلقہ میں اتارا تو ہو سکتا ہے کہ میں اسے ووٹ دے دوں۔

ج: بی بی جے پی کی مخالفت کیوں؟

ج: ہندوستان مختلف رائے رکھنے والوں اور طبقوں کا ایک کنبہ ہے۔ بی بی جے پی اسے توڑنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس سے ملک کا نقصان ہوگا۔ لوگ ذات اور مذہب میں تقسیم ہوں، یہ نہ تو معاشرہ کے مفاد میں ہے اور نہ ملک کے مفاد میں۔ ہاں میں اتنا ضرور کہتا ہوں کہ بی بی جے پی کو ہرانے کے جذبہ سے ووٹ دینا مناسب نہیں۔ جو امیدوار امیدواروں پر کھرا اترتا ہوا اسے کامیاب کرنے کے جذبہ کے ساتھ ووٹ دینا چاہیے۔

ج: اتر پردیش کا انتخابی ماحول کیسا لگ رہا ہے؟

ج: تصویر بہت صاف نظر نہیں آ رہی ہے۔ اتنا ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ انتخابات میں مذہبی بنیاد پر تقسیم نہیں ہونی چاہیے۔ انتخابات عوام سے وابستہ حقیقی مسئلوں پر ہی ہونے چاہئیں۔

ج: ان حقیقی مسئلوں کے نزدیک کون سی پارٹی ہے؟

ج: پہلی بات، کوئی پارٹی اقتدار میں ہونی ہے تو کچھ نہ کچھ اچھے کام ضرور کرتی ہے، لیکن اس کے کام کا پیمانہ سب کے لیے کرنا ہوتا ہے۔ موجودہ حکمران جماعت اپنے فرائض کو صحیح ڈھنگ سے انجام نہیں دے رہی ہے۔ فرقہ وارانہ بھائی چارہ کا ماحول خراب کرنے والوں کے خلاف کارروائی نہیں ہو رہی ہے۔ دوسری بات ایس پی، بی ایس پی، بی جے پی اور دوسری جو بھی پارٹیاں ہیں ان میں ہر طبقہ کے لوگ ہیں، دولت بھی ہیں، اوبی بی جے پی اور برہمن بھی۔ سب ہی میں مسلمان بھی ہیں۔ آزادی کے بعد سے لے کر اب تک مسلمانوں نے کبھی بھی فرقہ وارانہ بنیاد پر ووٹ نہیں کیا۔ ہمیشہ مین اسٹریم کی سیاسی پارٹیوں کا ہی ساتھ دیا ہے۔

ج: کیا مسلمانوں کا بڑا حصہ ایس پی کے ساتھ نہیں جاتا؟

ج: ہاں یہ سچ ہے۔ مسلمانوں کا ایک بڑا حصہ ایس پی کے ساتھ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان سیاسی کارکن سب سے زیادہ سماجی وادی کے پاس ہیں، وہ اپنے طبقہ کے ووٹروں پر اثر ڈالتے ہیں، انھیں سماجی وادی پارٹی کا ساتھ دینے کے لیے تیار کرتے ہیں۔

ج: اسد الدین بی بی جے پی کے ایجنٹ ہیں یا مسلمانوں کی رہنمائی کرنے والے لیڈر؟

## ہوا کے دوش پر

فضائی آلودگی جسم کے مختلف حصوں کو متاثر کرتی ہے

حالیہ دنوں میں ہوا کا کم ہونا ایک بڑا ماحولیاتی اور صحت کا مسئلہ بن گیا ہے۔ ریاست بہار کے شہر پٹنہ، راجدھانی دہلی، میٹروپولیٹن کولکاتا، ممبئی وغیرہ میں فضائی آلودگی کی سطح خطرناک حد تک پہنچ چکی ہے۔ فضائی آلودگی کی وجہ سے عوام کو سانس لینے میں دشواری کے مسئلے سے لے کر صحت کی متعدد پیچیدگیوں سے لڑنا پڑ رہا ہے۔ فضائی آلودگی نہ صرف پیچیدہ و دور کو نقصان پہنچاتی ہے بلکہ یہ جسم کے دیگر حصوں کو بھی شدید نقصان پہنچاتی ہے۔ فضائی آلودگی ہماری صحت کو جن مختلف طریقوں سے متاثر کر سکتی ہے وہ یہ درج ذیل ہیں: ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (ڈبلیو ایچ او) کے مطابق دنیا کی ۹ فیصد سے زائد آبادی آلودہ ہوا میں سانس لے رہی ہے جس میں نقصان دہ گیسز اور ذرات شامل ہیں جو ہمارے پیچیدہ و دور کی صحت کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ جب ہم فضائی آلودگی میں سانس لیتے ہیں تو اس سے ہمیں سانس کی قلت، کھانسی، گھر گھر اہٹ، دمدکی بیماری اور سینے میں درد جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ فضائی آلودگی کی وجہ سے صحت کے دیگر مسائل پیدا ہو سکتے ہیں جو ہمارے دل، دماغ، جلد اور دیگر اہم اعضا کو متاثر کر سکتے ہیں۔ حالیہ مطالعات نے تجویز کیا ہے کہ آلودہ ہوا درحقیقت دماغی افعال کو انتہائی سخت طریقوں سے متاثر کر سکتی ہے۔ کچھ تحقیق میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ فضائی آلودگی کی اعلیٰ سطح بچوں کی علمی صلاحیتوں کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ بڑوں کے علمی زوال کے خطرے کو بڑھا سکتی ہے اور ممکنہ طور پر ڈپریشن کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ فضائی آلودگی آپ کی جلد کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ فضائی آلودگی آکسیڈائیٹس کو جنم دیتی ہے جس کے نتیجے میں بچوں میں مہاسوں، جھریوں اور ایکڑیما کے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ جہاں تک فضائی آلودگی کا تعلق ہے تو آپ کی آنکھیں بھی اس کا شکار ہو سکتی ہیں۔ فضائی آلودگی کی وجہ سے آنکھیں خشک ہو جاتی ہیں اور یہاں تک کہ جلن کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے جبکہ جو لوگ کنٹیکٹ لینس پہنتے ہیں وہ اس طرح کی پیچیدگیوں کا زیادہ شکار ہوتے ہیں۔

اومیکرون کا حملہ ڈیلیٹا ویریئنٹ سے حفاظت کرتا ہے: تحقیق

جنوبی افریقہ کے سائنسدانوں نے دریافت کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کورونا وائرس (سارس کوو ۲) کے اومیکرون ویریئنٹ سے متاثر ہو کر صحت یاب ہو جائے تو ڈیلیٹا ویریئنٹ بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ افریقہ ہیلتھ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (AHR) میں کی گئی یہ تحقیق اب تک کسی ریسرچ جرنل میں شائع نہیں ہوئی ہے اور ادارے کی ویب سائٹ پر ایک پریس ریلیز کے طور پر موجود ہے تاہم بیشتر وبائی ماہرین اس تحقیق کو درست قرار دے رہے ہیں۔ اس تحقیق میں تیرہ رضا کاروں سے خون کے نمونے حاصل کیے گئے جن میں سے کچھ ویکسین شدہ اور کچھ لوگ غیر ویکسین شدہ تھے۔ یہ تمام رضا کار جنوبی افریقہ میں کورونا وبا کی تازہ لہر کے دوران اومیکرون ویریئنٹ سے متاثر ہوئے تھے۔ انکیشن سامنے آتے ہی ان سے خون کے نمونے لیے گئے جبکہ چودہ دن بعد دوسری مرتبہ ان سے خون کے نمونے حاصل کیے گئے۔ ان نمونوں کے تجزیے سے معلوم ہوا کہ اومیکرون سے متاثرہ افراد میں بننے والی اینٹی باڈیز بہت آسانی سے ڈیلیٹا ویریئنٹ کو بھی ناکارہ بنا رہی تھیں لیکن ڈیلیٹا ویریئنٹ سے متاثر ہو کر صحت یاب ہو جانے والوں پر اومیکرون کے حملے کا کامیاب ہورہے تھے۔ ڈیلیٹا کے مقابلے میں گنا زیادہ پھیلنے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود اومیکرون ویریئنٹ کی ہلاکت خیزی بہت کم ہے۔ یعنی یہ ویریئنٹ کم نقصان دہ ہونے کے علاوہ ڈیلیٹا ویریئنٹ کے خلاف بھی مؤثر تحفظ کا باعث بن سکتا ہے جو ایک خوش آئندہ بات ہے۔ یہ نتائج اس لحاظ سے بھی قابل بھروسہ ہیں کیونکہ اومیکرون ویریئنٹ جن ملکوں میں بھی زیادہ پھیلا ہے، وہاں ڈیلیٹا ویریئنٹ سے متاثرہ مریضوں کی تعداد اور اموات کی شرح میں بہت تیزی سے کمی آئی ہے۔ نومبر ۲۰۲۱ء میں پہلی بار دریافت ہونے والا اومیکرون ویریئنٹ دو ماہ سے بھی کم مدت میں دنیا کے ۱۱۰ ممالک میں پھیل چکا ہے کیونکہ یہ ڈیلیٹا ویریئنٹ سے گنا تیز رفتاری سے پھیلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے باوجود بیماری کی شدت اور ہلاکت خیزی کے معاملے میں یہ ڈیلیٹا ویریئنٹ سے بہت کم خطرناک بھی ہے۔ ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ اس تحقیق کا مقصد اومیکرون ویریئنٹ کو اچھا ثابت کرنا نہیں بلکہ یہ واضح کرنا ہے کہ کورونا وائرس کے اس نئے ویریئنٹ سے متاثر ہونے کا ایک مثبت پہلو بہر حال موجود ہے۔

یہ انگلی کا نشان نہیں بلکہ 'فنگر پرنٹ' جزیرہ ہے

کروشیا سے متصل بحیرہ ایڈریاتک میں ایک چھوٹے سے ویران جزیرے 'بالویناک' کو اگر اونچائی سے دیکھا جائے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے کسی انسان کی انگلی کا نشان ہو اور اس پر بہت سارے فنگر پرنٹس بھی بنے ہوں گے۔ اپنی اسی شکل کی وجہ سے یہ جزیرہ اپنے اصل نام 'بالویناک' کے بجائے 'فنگر پرنٹ' جزیرہ کے نام سے مشہور ہے۔ اونچائی سے دیکھنے پر یہاں نظر آنے والے نشانات دراصل سفید پتھروں سے بنائی گئی وہ چھوٹی چھوٹی دیواریں ہیں جن کی اونچائی بمشکل تین سے چار فٹ ہے۔ کروشیا کی موتھین کا کہنا ہے کہ انیسویں صدی عیسوی میں قریبی ساحل پر رہنے والے لوگوں نے اس جزیرے پر دیواریں بنائی تھیں تاکہ تیز سمندری ہواؤں کی شدت کم کرتے ہوئے یہاں مختلف فصلیں اگانی جاسکیں۔ اس طرح کی دیواریں مختلف یورپی ممالک میں بھی بنائی گئی ہیں لیکن 'بالویناک' جزیرے پر یہ دیواریں سچ درج انداز میں اتنی زیادہ ہو گئیں کہ انھوں نے پورے جزیرے کو اپنے گھر کے لیے لیا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ بالویناک جزیرے کا رقبہ صرف ۱۴ مربع کلومیٹر ہے لیکن یہاں دیواروں کے جال کی مجموعی لمبائی تقریباً ۲۳ کلومیٹر ہے۔ ایک مفروضہ یہ بھی ہے کہ 'بالویناک' جزیرے پر یہ دیواریں سلطنت عثمانیہ کے فوجی حملوں سے بچاؤ کے لیے بنائی گئی تھیں لیکن اس خیال کی تائید یہاں موجود دوسرے آثار قدیمہ سے نہیں ہوئی۔ سوشل میڈیا کے بعد سے اس جزیرے کی مقبولیت میں نمایاں اضافہ ہوا ہے اور ہر سال یہاں آنے والے سیاحوں کی تعداد بھی بڑھتی جا رہی ہے، جس کی وجہ سے اس جزیرے کے قدیم خدوخال اور قدرتی ماحول کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ اب کروشیا کی حکومت نے یونیسکو سے درخواست کی ہے کہ بالویناک جزیرے کو عالمی ورثے میں شامل کیا جائے تاکہ اس کی مناسب حفاظت ممکن بنائی جاسکے تاہم یہ معاملہ ابھی تک التوا کا شکار ہے۔

ماضی کے جھروکے سے  
تاریخ اسلام کا ایک ورق

# ٹیپو سلطان - ہندوستان کا عظیم مصلح حکمران

تحریر: عارف عزیز، بھوپال

خوشحال زندگی جینے کا قرینہ دیا جو پہلے محض کھیتوں میں مزدوری کیا کرتا تھا اس نظام سے نہ صرف صدیوں سے ویران پڑی ہوئی زمینیں آباد ہو گئیں بلکہ کاشتکاروں کی اقتصادی حالت بھی بہتر ہوئی اس کے ساتھ انہوں نے ہر طرح کا سامان ملک میں تیار کرنے کا بندوبست کیا درآد قطعاً بند کردی، تجارتی فرموں اور صنعتی اداروں کیلئے بینک کا نظام جاری کیا جس سے تاجروں اور صنعت کاروں کو مناسب شرح پر روپیہ فراہم کیا جاتا تھا ساہو کاروں کے کاروبار کو اس سے بہت نقصان ہوا۔

تاریخ کی یہ ایک عجیب مثال ہے کہ جب تک سلطان برسرِ اقتدار رہے انہوں نے ملک کے اندر کوئی چیز باہر سے نہ آنے دی یہاں تک کہ نمک تک وہیں تیار ہونے لگا اسی طرح اسلحہ سازی سے لیکر کپڑے، برتنوں کی تیاری، لکڑی کے سامان، ریشمی مصنوعات اور لوہے، ہاتھی دانت وغیرہ کی صنعت میں میسور ریاست نہ صرف خود کفیل ہو گئی بلکہ اتنا سامان ہر سال تیار کرنے لگی کہ ریاست سے باہر بھیجا جاتا، سلطان نے اپنی رعایا کی محض اقتصادی اور زرعی زندگی میں ہی انقلاب برپا نہ کیا اجتماعی زندگی میں بھی غیر معمولی اصلاحات نافذ کیں اور اس کی وجہ سے مسلمانوں میں جو بہت سی فضول رسمیں پیدا ہو گئیں ان کا سد باب ہوا۔

مونیوں کا خیال ہے کہ ٹیپو سلطان کے زوال میں مذکورہ معاشی و معاشرتی اصلاحات کا بڑا دخل ہے ان کی فوج اور عمل کا بڑا طبقہ غلط رسم و رواج کا عادی ہو گیا تھا ان پر بندش سے سلطان کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والوں کو طاقت ملی اور سازش کے جال دراز ہوتے گئے۔ بہر حال ہندوستان کے مسلمانوں کی اس سے بڑھ کر اور کیا بد نصیبی ہو سکتی ہے کہ سلطان جیسے مصلح اور مجاہد کے خلاف ان کے ہی کچھ مصاحب انگریزوں کے آلہ کار بن گئے اور اتحادِ بین المسلمین کے سب سے بڑے علمبردار کے خلاف ۲۴ مئی ۱۷۹۹ء کو ان کی سازش اس طرح کامیاب ہوئی کہ سلطان نے گینڈر کی سوسالہ زندگی پر شیر کی طرح لڑتے ہوئے موت کو گلے لگالیا۔ □□

سرکوبی کی خبریں نشر ہو رہی تھیں مرہٹوں اور نظام دکن نے سلطنتِ خداداد کے خلاف ایک نیا محاذ کھول کر میسور کے حدود میں وہ برپا دی مچائی کہ آبادیاں ویران کر دیں۔ اس گستاخی کی سزا میں سلطان نے دشمن کی ایسی سرکوبی کی کہ انگریزوں کی طرح وہ بھی مصالحت کے لئے مجبور ہو گیا۔

ہندوستان کی تاریخ اس کی گواہ ہے کہ معاہدہ منگلور اور مرہٹوں و دکنیوں کو شکست دینے کے بعد ٹیپو سلطان نے ایک ایسے نظام حکومت کی بنیاد رکھی اور ایک ایسی سلطنت قائم کی جو جنوبی ہند کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ انہوں نے رعایا کو خوشحال بنانے کے لئے جو فلاحی منصوبے تیار کئے دوسرے حکمران تو کیا بناتے مغل دور میں بھی ان پر عمل نہ ہو سکا، عام انسانوں کے ہمدرد،

شرافت و مساوات کے علمبرار ٹیپو سلطان نے سب سے زیادہ توجہ کسانوں کو اور ہاتھانے میں صرف کی خدا کی اس کمزور مخلوق کو جاگیر داروں کے استحصال سے بچانے میں اپنی پوری صلاحیت صرف کر دی۔ ہندوستان کی تاریخ میں ایسا انقلابی قدم اس سے پہلے کبھی نہیں اٹھایا گیا تھا بعض مونیوں کا خیال ہے کہ سلطان کے اس اقدام سے اندرونی سازش کو پھیلنے کا موقع ملا اور وہ جاگیر دار جو آراضی کی اصلاحات کے باعث اپنی زمینوں سے محروم ہو گئے تھے سلطان کے دشمن بن گئے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سلطان نے اس طرح ریاست میسور کے ایک کروڑ سے زائد کاشتکاروں کو اپنا جاں نثار بنالیا اور مزدوروں کے اس طبقہ کو ایک

۱۰ ارب ۵۰ لاکھ روپے پیدا ہونے والے مرد مجاہد ٹیپو سلطان اپنے باپ حیدر علی کی طرح کسی سلطنت کی بنیاد رکھنے والے اور اورنگ زیب کی طرح تخت تک پہنچنے کیلئے خون کی ندیاں عبور کرنے والے حکمران نہ تھے تاہم تاریخ شاہد ہے کہ ان میں حیدر علی کے اوصاف اور اورنگ زیب کی خصوصیات بیک وقت جمع ہو گئیں تھیں۔ فرق صرف اتنا ہے حیدر علی اور اورنگ زیب سے جنہوں نے غداری کی ان کے خون کو دونوں حکمرانوں نے اپنے اوپر حلال سمجھا جبکہ ٹیپو سلطان نے اپنی نرم دلی اور بار بار معاف کرنے کی عادت کے باعث دشمنوں کو بھی اعتماد کے دامن میں پناہ دیدی اور اس کا نتیجہ وہی برآمد ہوا جو حضرت امام حسینؑ کے حد سے زیادہ اعتماد کا ہوا تھا۔ ٹیپو سلطان اپنے مصاحبوں اور ماتحتوں کے ساتھ اگر ضرورت سے زیادہ مروت سے کام نہ لیتے تو آج ہندوستان کی تاریخ مختلف ہوتی اور انگریز مورخوں کو یہ کہنے کا ہرگز موقع نہ ملتا کہ حیدر علی کی موت انگریزوں کی خوش نصیبی کا سبب بن گئی۔

حالانکہ اپنے باپ کی طرح ٹیپو سلطان کو بھی انگریزوں سے شدید نفرت تھی مدارس میں قدرت نے جو موقع حیدر علی کو عطا کیا اگر وہ سلطان کو مل جاتا تو انگریزوں کو کبھی معاف نہ کرتے بلکہ مدارس ان سے ضرور خالی کر لیتے جس کے بعد انگریز جنوبی ہند میں قدم نہ جما پاتے۔ کہنے کو ’معاہدہ مدراس‘ کی طرح سلطان نے بھی انگریزوں کے ساتھ ’صلح نامہ منگلور‘ پر دستخط کئے مگر ان دونوں مواقع کی سیاسی صورت حال ایک دوسرے سے کافی مختلف تھی، معاہدہ مدراس کے برعکس صلح نامہ منگلور کے وقت حیدر علی کی وفات سے شیرازہ سلطنت کمزور ہو رہا تھا، کئی ریاستوں نے حیدر علی کی موت اور انگریزوں کے دو طرفہ جنگی محاذ کھولنے کے سبب بغاوت کر دی تھی لہذا سلطان کو مجبوری صلح نامہ کرنا پڑا۔ پھر بھی اس صلح نامہ کو سلطان کے تذکر و عظمت کی دلیل کے طور پر تاریخ جنوبی ہند نے محفوظ کر رکھا ہے کیونکہ اس میں انگریزوں کو کافی دب کر صلح کرنا پڑی تھی اور سلطان نے ان کے مغرور سروں کو جھکا دیا تھا لیکن اسے ہندوستان کی بد نصیبی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ عین اسی وقت جب معاہدہ منگلور اور باغی ریاستوں کی

## ریاستہائے متحدہ امریکہ کا نظام حکومت (۳۳)

بل کی پہلی خواندگی (Reading) یا تو اسی دن کی جاتی ہے یا پھر اس کے لیے کوئی دوسرا دن مقرر کیا جاتا ہے۔ اس مقررہ دن مقررہ وقت پر بل پہلی خواندگی یارڈنگ کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ اس مرحلے پر صرف اس کا نام (Title) کاغذیں کے ریکارڈ میں شائع کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اسے کسی نہ کسی کمیٹی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ شک پیدا ہونے کی صورت میں اسپیکر طے کرتا ہے کہ بل کو کس کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

متعلقہ کمیٹی بل کا گہرا جائزہ لیتی ہے اور اس سلسلے میں خاص خاص تحقیقاتی کمیٹیوں اور کمیشنوں کی رپورٹوں کا مطالعہ کرتی ہے۔ نیز متعلقہ لٹریچر کو بھی، اس کے علاوہ یہ اس مسئلے کے ماہرین کو بھی طلب کر سکتی ہے۔ بل پر خاص طور سے غور کرنے کے لیے تین چار ممبروں کی ایک چھوٹی سی کمیٹی مقرر کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد یا تو کمیٹی بل کو بالکل اسی صورت میں یعنی بغیر کسی خاص تبدیلی کے ہاؤس کو بھیج دیتی ہے یا ترمیموں اور تبدیلیوں کے ساتھ یا بل کو بالکل بدل کر کے ایک نئے بل کی صورت میں ہاؤس کے سامنے پیش کرتی ہے یا سرے سے بل کو ہاؤس میں بھیجتی ہی نہیں اور اس طرح سے اس بل کو ختم کر دیتی ہیں۔ قاعدے اور ضابطے کے مطابق اگر ایوان کی اکثریت چاہے تو کمیٹی کو پندرہ دن کے اندر بل کو واپس بھیجنے پر مجبور کر سکتی ہے۔ جب بل ایوان کے سامنے پیش سے آتا ہے تو اس کی دوسری خواندگی شروع ہوتی ہے۔ اس وقت بل کی ہر دفعہ پر بحث کی جاتی ہے اور ترمیمیں اکثریت کے فیصلہ کے مطابق کی جاتی ہیں۔ جب دوسری خواندگی ختم ہو جاتی ہے تو پھر اسے تیسری خواندگی کے لیے پیش کیے جانے سے پہلے شائع کر دیا جاتا ہے اور کبھی کبھی اسے شائع نہیں بھی کیا جاتا۔

تیسری خواندگی کے موقع پر صرف بل کا نام (Title) پڑھا جاتا ہے اور پھر ایوان کی رائے اس بل کے بارے میں لی جاتی ہے۔ ایوان سے پاس ہونے کی صورت میں کلرک اس کی تصدیق کرتا ہے اور پھر اسے سینیٹ کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔ وہاں بھی اسے انہی مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اگر سینیٹ کسی بل کو نہ پاس کرے تو پھر وہ بل ختم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اس میں کوئی ترمیم کر دے تو پھر اس بل کو دوبارہ ایوان کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔ اگر ایوان اس ترمیم کو مان لے تو پھر وہ بل اسی صورت میں صدر کے پاس منظوری اور دستخط کے لیے بھیجا جاتا ہے ورنہ پھر عدم اتفاق رائے کی صورت میں اس بل کو دونوں ایوانوں کے تین سے لے کر نو ممبروں تک مشتمل کانفرنس کمیٹی کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور وہاں سے اتفاق رائے ہونے کی صورت میں اسے صدر کے پاس منظوری کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ دس دن کے اندر صدر یا تو اپنی منظوری دے دیتا ہے یا پھر اسے واپس کر دیتا ہے۔ اس صورت میں اگر دونوں ایوان دو تہائی اکثریت سے اس بل کو دوبارہ پاس کر دیں تو پھر صدر منظوری دینے پر مجبور ہے۔ اگر کسی بل کو صدر روک لے اور دس دن سے پہلے ہی کانفرنس کا اجلاس ختم ہو جائے تو پھر وہ بل ختم ہو جائے گا۔

گاہے گاہے باز خواں.....

ہفت روزہ الجمعۃ ۱۶ سال پہلے

ماضی کے جھروکوں سے حال پر روشنی ڈالتے ہوئے مستقبل کا اشارہ!

جمعۃ

ہفت روزہ

نئی دہلی

۱۴ تا ۲۰ اپریل ۲۰۰۶ء

## ایڈوانی جی کی بھارت سرکشا یا ترا مسلم مخالف جذبات بھڑکانے کی خطرناک سازش

۲۰۰۶ء میں ایڈوانی جی نے بھارت سرکشا یا ترا نکالی تھی جس کا مقصد ہندوؤں کے جذبات بھڑکانا اور انھیں مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا تھا، اس پر ہفت روزہ الجمعۃ کے مدیر خیر ایم ایس جامی نے ایک ادارہ پر قلم کیا تھا جو حسب ذیل ہے۔

آزادی کے بعد ہندوستان میں اقلیتوں کا وجود آرائیں ایس اور اس کے سیاسی بازو بی جے پی کی آنکھوں کا کاٹنا بنا ہوا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم وطن کا بہانہ بنا کر سنگھ کی سازش تھی کہ ملک سے اقلیتوں خاص طور پر مسلمانوں کو یا تو ملک بدر کر دیا جائے اور یا پھر انھیں قتل عام کے ذریعہ اس قدر ہراساں اور خوف زدہ کر دیا جائے کہ وہ اپنے وجود ہی کو بھول جائیں۔ ۱۹۴۷ء کا قتل عام آرائیں ایس کی اسی سازش کا حصہ تھا جس میں لاکھوں مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا تھا اور ان کی اربوں کھربوں کی جائیدادیں لوٹ کر خاسترہ کر دی گئی تھیں، پھر جب مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اپنے رہنماؤں بالخصوص شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ، امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، مفتی اعظم مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور مجاہد ملت مولانا محمد حفظ الرحمن وغیرہ حضرات کی کوششوں سے ہندوستان میں قیام پر آمادہ ہو گئی تو ان فرقہ پرست عناصر نے حکومت میں بیٹھے اپنے بعض فرقہ پرست آقاؤں کی سرپرستی میں ان پرکشٹوئین کی مصیبت ڈال دی جس کے ذریعہ ان کو ان کی آجانی جائیدادوں سے معمولی معمولی بہانوں کے ذریعہ بے دخل کر کے ان کی آنکھوں کے سامنے ان کی جائیدادوں کو کوڑیوں کے بھاؤ نیلام کیا جانے لگا اور جب مسلمانوں نے اس مصیبت عظمیٰ کو بھی برداشت کر لیا اور اس سب کے باوجود وہ اپنے ہندوستان میں قیام کے فیصلہ پر اٹل رہے تو پھر آرائیں ایس ننگا ہو کر سامنے آ گیا اور اس نے فرقہ وارانہ فسادات کی وہ سیریز شروع کی جس کا ایک سرااگرشالی ہندوستان کی ریاست اتر پردیش میں تھا تو دوسرا سرامغربی بنگال میں تھا۔ فسادات کی اس سیریز میں ہزاروں بے قصور مسلمانوں کو خاک و خون میں تڑپایا گیا۔ ان کی خواتین کی عصمتیں تار تار کی گئیں اور ان کی املاک و جائیداد کو لوٹ کر رکھ کے ڈیہروں میں تبدیل کر دیا گیا۔ خدا خدا کر کے فسادات کا یہ سلسلہ ختم ہوا۔ حالات پر سکون ہوئے مگر آرائیں ایس کے دل کا غم یہ دور نہیں ہوا کہ تقسیم ملک کے بعد بھی مسلمان یہاں کیوں موجود ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ آرائیں ایس ہندوستان میں اقلیتوں کے وجود کو اپنے دنف ہندو راشٹر کے قیام میں رکاوٹ خیال کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اور اس کی ذیلی تنظیمیں ہمیشہ اس کوشش میں رہتی ہیں کہ انھیں کوئی بہانہ ملے اور وہ مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی شروع کر دیں اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ بی جے پی لیڈروں لال کرشن ایڈوانی اور مسٹر راج ناتھ سنگھ کی حالیہ یا ترا ایس سنگھ کے اسی منصوبہ کا ایک حصہ ہیں۔

مسٹر لال کرشن ایڈوانی نے اپنی نام نہاد ”بھارت سرکشا یا ترا“ شروع کرنے سے پہلے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ اگر کانگریس اقلیت نوازی کی سیاست چھوڑ دے تو بی جے پی اس کے ساتھ تعاون کر سکتی ہے اس لیے کہ آج اقتصادی اور خارجہ پالیسیاں دونوں پارٹیوں کی برابر ہیں اور ہمیں کانگریس سے صرف اس کی اقلیت نواز پالیسی سے ہی اختلاف ہے۔ مسٹر لال کرشن ایڈوانی نے اس کے لیے ایک ضرورت بھی ایجاد کر لی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ملک سے محبت رکھنے والے اندرونی دہرونی عناصر کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ دونوں قومی پارٹیوں میں ملک کو درپیش مسائل پر اتفاق رائے ہونا چاہیے تاکہ مضبوطی کے ساتھ ان کا حل نکالا جاسکے۔ اپنے اس بیان میں مسٹر ایڈوانی نے پارٹی کے اخبار میں شائع شدہ اس بیان کی بھی تحسین کی ہے جس میں انھوں نے باباں بازو کا نام لیے بغیر بٹش کے دورہ ہند کی مخالفت کرنے والوں پر سخت نکتہ چینی کی تھی۔ انھوں نے کہا کہ ہماری اقتصادی اور خارجہ پالیسی بیجنہ وہی ہے جو کانگریس کی ہے اور اگر کانگریس اپنی اقلیت نوازی کی پالیسی سے توبہ کر لے تو ہم اسے پورا تعاون دینے کے لیے تیار ہیں۔

یہاں سوال یہ ہے کہ اپنی یا ترا شروع کرنے سے صرف دو دن پہلے مسٹر ایڈوانی کو یہ ضرورت کیوں پیش آگئی کہ وہ کانگریس کو اس مشروط تعاون کی پیشکش کریں جبکہ سب کو معلوم ہے کہ ملک کی اقتصادی اور خارجہ پالیسی دونوں کی پہلے سے ہی ایک ہے اور ان میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

ہمارے خیال میں مسٹر ایڈوانی کو یہ احساس ہو گیا ہے کہ پارٹی پر تھوپی گئی ان کی اس یا ترا سے پارٹی کے لوگ کافی ناراض ہیں اور وہ اس یا ترا کی شو بھانے سے بچنا چاہتے ہیں، مسٹر لال کرشن ایڈوانی نے تو ایڈوانی کو یہ مشورہ بھی دیدیا ہے کہ وہ اپنی اور راج ناتھ سنگھ کی یا تراؤں کو ملتوی کر دیں اس لیے کہ اب ملک کی یا ترا ریاستوں میں اسمبلی انتخابات کا دور چل رہا ہے اور یہ یا ترا اس نتائج پر پارٹی کے لیے منفی اثر ڈال سکتی ہیں مگر مسٹر ایڈوانی چونکہ سمجھتے ہیں کہ ان کی یہ یا ترا خواہ پارٹی کے لیے منفی اثر ڈال سکتی ہے کہ ان کی ایجنڈا پر بھانے میں بہر حال مفیدی ثابت ہوں گی اس لیے وہ نہ تو ان یا تراؤں کو ملتوی کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی وہ سنگھ کی طرف سے حاصل شدہ اس موقع کو گونا گونا چاہتے ہیں جو اقلیتوں کی مخالفت کر کے انھیں الی الہال میسر آ سکتا ہے اس لیے کہ سنگھ بھی بہر حال یہی چاہتا ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے اقلیتوں میں بھجان کی کیفیت کو بڑھایا جائے تاکہ وہ اپنی اور ملک کی تعمیر و ترقی میں کوئی مثبت کردار ادا نہ کر سکیں اور چونکہ مسٹر ایڈوانی اپنی اور راج ناتھ سنگھ کی ان یا تراؤں کے ذریعہ یو پی اے حکومت کی اقلیت نوازی کا پول کھولنا چاہتے ہیں اس لیے سنگھ کی طرف سے ایڈوانی کو حاشیہ پر پہنچا دینے کے باوجود وہ اس موضوع پر ایڈوانی کے ساتھ ہے۔

بہر حال ایڈوانی اور راج ناتھ سنگھ کی یہ نام نہاد یا ترا اس کا میاب ہوتی ہیں یا فلاپ رہتی ہیں، یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا مگر اس سچائی سے انکار ممکن نہیں ہے کہ اس وقت اپنا اقلیت مخالف مقصد حاصل کرنے کے لیے آرائیں ایس ایک بار پھر ایڈوانی کی پشت پر آکھڑا ہوا ہے اور اس کی پوری کوشش ہے کہ ملک میں اقلیت مخالف ماحول بن جائے تاکہ اس کا ہندو راشٹر کے قیام کا مقصد چھوٹ آگے بڑھتا ہوا نظر آئے۔ اس موقع پر ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے بھی گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ایڈوانی اور اس کے چیلوں کی ہرزہ سرائی پر صبر و تحمل سے کام لیں اور ہر ایسے اقدام سے گریز کریں جو فرقہ پرستوں کا مقصد پورا کرنے میں مددگار ثابت ہو اس لیے کہ فرقہ پرست عناصر چاہتے ہی ہی ہیں کہ مسلمان متعل ہوں اور پھر انھیں کھل کھیلنے کا موقع مل جائے۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری اس مختصر گزارش پر مسلمانان ہند توجہ دیں گے۔

مکہ مکرمہ کے انکسائے محلہ کو منہدم کرنے کے لئے طرز پر تعمیر کرنے کا چوتھا مرحلہ شروع ہو چکا ہے جس کے تحت رہائشیوں کو مکانات خالی کرنے کا نوٹس جاری کیا گیا ہے۔ سبق ویب سائٹ کے مطابق مذکورہ محلہ کو منہدم کرنے کا منصوبہ کورونا وبا کے باعث موخر کر دیا گیا تھا۔ سعودی ٹی وی چینل الاخباریہ کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ انکسائے محلہ کے رہائشیوں کو نوٹس جاری کیا گیا ہے کہ چند دن کے بعد محلے کی بجلی منقطع کر دی جائے گی۔ ٹی وی رپورٹ میں پرانے محلے کو دکھایا گیا ہے جہاں کچے اور غیر محفوظ مکانات قائم ہیں۔ محلے کی مکانات میں سرخ اینٹوں سے بنے ہیں جو تیسرے رنگ روڈ سے آنے والوں کے لیے بصری آلودگی کا باعث بن رہے ہیں۔ مکہ مکرمہ ڈیولپمنٹ اتھارٹی نے اس سے پہلے تین مرحلوں میں انکسائے کے مکانات کو گرایا ہے جہاں جدید طرز پر نیا محلہ تعمیر کیا جائے گا۔

## عمرہ اجازت نامے کے لیے امیون اسٹینس لازمی

وزارت حج و عمرہ نے کہا ہے کہ فروری و عمرہ اجازت نامے کے اجرا کے لیے توکلنا پر امیون اسٹینس لازمی ہے۔ سبق ویب سائٹ کے مطابق آٹھ ماہ یا اس سے زیادہ عرصے قبل کورونا ویکسین کی دوسری خوراک لینے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ تیسری بوسٹر ڈوز لیں۔ وزارت صحت نے اس سے قبل واضح کیا تھا کہ آٹھ ماہ قبل دوسری خوراک لینے والوں کا توکلنا پر اسٹینس امیون نہیں رہے گا۔ وزارت حج و عمرہ نے واضح کیا ہے کہ جس طرح تمام سرکاری و نجی دفاتر اور اداروں میں داخلے کے لیے امیون اسٹینس لازمی ہے، اسی طرح مسجد الحرام میں بھی داخلے کے لیے ضروری ہے۔ امیون اسٹینس کے بغیر خواہشمند کو توکلنا اور عمرنا پر عمرہ یا نماز یا مسجد نبوی کی زیارت کے لیے اجازت نامہ جاری نہیں ہوگا۔

## سعودی عرب میں یوگا کی مقبولیت میں اضافہ، پہلے فیسٹیول کا انعقاد

سعودی عرب میں پہلے یوگا فیسٹیول میں حصہ لینے کے لیے مملکت بھر سے گذشتہ روز ایک ہزار سے زائد افراد کنگ عبداللہ کنامک سٹی کے جمعان پارک پہنچے ہوئے تھے۔ عرب نیوز کے مطابق سعودی یوگا کمیٹی کی سربراہی میں ہونے والے اس فیسٹیول میں دس سے ساٹھ سال کی عمر کے افراد نے مختلف قسم کی یوگا مشقوں سے آگاہی حاصل کی۔ تقریب کا آغاز جمعان پارک کے خوبصورت لان میں یوگا کلاسز سے ہوا۔ جس میں یوگا انسٹرکٹر مرلی کرشنن نے بڑی عمر کے افراد جب کہ سارہ العودی نے بچوں کے لیے یوگا کی مشقوں میں قیادت کی۔ فیسٹیول میں شرکت کرنے والوں کو یوگا کی مشقیں کرنے کے علاوہ مختلف قسم کی پرفارمنس دیکھنے کا بھی موقع ملا۔ یہاں سعودی اور بین الاقوامی یوگا ماسٹرز اور انسٹرکٹرز نے مختلف کلاسز میں آٹھ گھنٹے سے زیادہ پریکٹس کرائی۔ فیسٹیول میں آنے والوں میں بہت سے افراد نے پارک میں درختوں کے سایہ میں آرام کرنے کا انتخاب کیا جہاں قایلین، چٹانیاں اور ٹیکے فراہم کئے گئے تھے۔ اس موقع پر سعودی یوگا کمیٹی کی صدر نوف بنت محمد المروعی نے بتایا کہ وہ یہاں پر آنے والے پر جوش حاضرین کی تعداد اور ان کے مثبت رد عمل سے بہت خوش ہیں۔ نوف المروعی نے کہا کہ یوگا ایک ایسی تھراپی ہے جو عوام میں تیزی سے پذیرائی حاصل کر رہی ہے۔ یوگا تھراپی تندرستی برقرار رکھنے اور ایک حد تک صحت کے مسائل دور کرنے کے لیے انتہائی اہم ہے۔

# ملک و قوم کی تعمیر میں دینی مدارس کا کردار

تعلیمی نظام اگرچہ اس نظام تعلیم کے مقابلہ میں کم درجہ میں ہے جسے ہم نے رائج کیا ہے لیکن پھر بھی اس کو حقارت کی نظر سے دیکھنا غلطی ہے کیونکہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ دماغی تعلیم و تربیت کا اہل تھا، اس کی بنیادیں بالکل ہی ناص اصولوں پر نہ تھیں، گوان کے پڑھانے کا طریقہ پرانا تھا لیکن یقینی طور پر وہ ہر اس طریقہ سے برتر تھا جو اس وقت ہندستان میں رائج تھا، مسلمان اس طریقہ تعلیم سے اعلیٰ قابلیت اور دنیاوی برتری حاصل کرتے۔“

ڈاکٹر ہنری کی اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ آزاد اور غیر سرکاری تعلیم گاہوں کا ذریعہ آمدنی کیا تھا اور وہ کیا اور ہر طرح کے ناسازگار حالات کے باوجود نہ صرف زندہ بلکہ مفید اور کارآمد رہے وہ لکھتا ہے: ہم نے ان (مسلمانوں) کے طریقہ تعلیم کو بھی اس سرمایہ سے محروم کر دیا جس میں اس کی بقا کا دار و مدار تھا۔ مسلمان بنگال کا ہر اعلیٰ خاندان ایسے اسکول کا خرچ بھی برداشت کرتا تھا جس میں خود اس کے اور غریب ہمسایوں کے بچے مفت تعلیم حاصل کرتے تھے۔ زمانہ قدیم سے ہندوستانی شہزادوں کا دستور چلا آتا تھا کہ وہ نوجوانوں کی تعلیم اور خدا کی رضا جوئی کے لیے زمین کے قطعات وقف کر دیتے۔ حکومت برطانیہ کی اس منظم و ملح معنوی و ثقافتی نسل کشی، اوقاف کی ضبطی، سرکاری ملازمتوں کے لیے فضلاء مدارس کی نااہلی کے قانون اور

اس سب سے بڑھ کر قدیم دینی تعلیم کے متوازی پرائمری اور ہائی اسکولوں کی سطح سے لے کر کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ملک گیر نظام کے قائم کرنے اور ان میں ہر طرح کی کشش اور ترغیب کے پہلو کے موجود ہونے کے باوجود مسلمان اپنے دین اور اس کی ثقافت (کلچر) اور تہذیب و معاشرہ سے وابستہ ہیں اور وہ کسی بڑے پیمانہ کے مسلمان اور ان کے فضلاء، وہاں سے تعلیم پانر نکلنے والے، مفتیوں، قاضیو، واعظوں اور ائمہ مساجد کا فیض تھا اور انھیں کی وجہ سے نہ صرف علوم دینی بلکہ قرآن مجید پڑھنے اور یاد کرنے کی صلاحیت، اُردو میں نوشت و خواندگی کی قابلیت اس نسل تک باقی رہی، اسی بنا پر عہد جدید کے نامور ترین مفکر اور ترجمان حقیقت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے مدارس عربیہ پر تنقید کرنے والے ایک مسلمان صاحب قلم کی تنقید پر بیفرمایا: ”ان دینی مدارس کو کچھ نہ کہو، اگر یہ باقی نہ رہے تو ہندستان بھی اسپین بن جائے گا۔“

مدارس اور ان کے فضلاء کی اس خصوصیت اور اس ملک میں اسلام سے واقفیت اور وابستگی کے تسلسل و بقاء میں ان کے عظیم کارنامہ کا بقدر ضرورت اور اضطرار اندک رہ کر کرنے کے بعد ہم ایک دوسرے پہلو کی طرف بھی سامعین و قارئین اور حقیقت پسند اور منصف مزاج محبان وطن کی توجہ منعطف کرانا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ ہندستان کی جنگ آزادی میں سب سے پہلا اور سب سے بڑا حصہ اسی قدیم نظام تعلیم کے ساختہ پرداختہ فضلاء اور علمائے دین کا تھا، آزاد مسلم مفکرین و قائدین سرفہرست علمائے دین ہی تھے جو سیاسی اور قومی تحریکات میں حصہ نہ لینے کے نہ صرف قائل بلکہ داعی تھے اور سیاست کو مسلمانوں کے لیے (بعض جدید تعلیم یافتہ قائدین کی طرح) شجر ممنوعہ نہیں سمجھتے تھے، انہی علماء نے برطانوی حکومت کی مخالفت اور اس کے خلاف جدوجہد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اس کے نتیجہ میں مولانا جی علی، مولانا احمد اللہ عظیم (باقی صفحہ ۱۲ پر)

## حضرت مولانا علی میاں ندوی کی ایک نابغہ روزگار تحریر

حکومت سے اسی بے نیازی، علامہ المسلمین سے ربط و تعلق اور ایثار و جذبہ قربانی کا نتیجہ تھا کہ جب ۱۸۵۷ء میں مغلیہ سلطنت کا چراغ گل ہوا اور مسلمان اقتدار اور اس کے منافع و مواقع سے محروم ہو گئے تو اس دینی تعلیم کے نظام و مرکز پر کوئی گہرا و انقلاب انگیز اثر نہیں پڑا بلکہ ان میں مدارس کے قیام کا ایک نیا جوش و ولولہ پیدا ہو گیا جو نہ صرف مسلمانوں کو دینی، ذہنی و تہذیبی ارتداد سے محفوظ رکھ سکے بلکہ (نظم مملکت کو چھوڑ کر) ہر طرح سے اسلامی سلطنت کی قائم مقامی کر سکے۔ انگریزی حکومت نے اپنے اقتدار و تسلط اور تعلیمی نظام اور سوچے سمجھے منصوبے کے ذریعہ مسلمانوں کے تعلیمی مراکز کی بقا و حیات کے سرچشموں کو خشک کرنے کی ایسی منظم کوشش کی جس کے بعد ان مدارس اور اس دینی تعلیم کے نظام کا باقی رہ جانا ایک معجزہ سے کم نہیں اور وہ (تاریخی تجزیہ اور فلسفہ حیات کی رو سے) محض مسلمانوں کے عزم و قوت ایمانی اور شروع سے دینی تعلیم کے آزاد رہنے کا نتیجہ تھا، انگریزی حکومت کے ان انتظامات اور اقدامات کی بعض کڑیاں پیش کی جانی ہیں جو ایک طویل اور آہنی زنجیر کا جز ہیں جو کسی نظام تعلیم کے ختم کرنے کے لیے بھی کافی ہے۔

سنہ ۲۸-۱۸۱۳ء میں آرنہیل مسٹر انفسٹن

**جب ۱۸۵۷ء میں مغلیہ سلطنت کا چراغ گل ہوا اور مسلمان اقتدار اور اس کے منافع و مواقع سے محروم ہو گئے تو اس دینی تعلیم کے نظام و مرکز پر کوئی گہرا و انقلاب انگیز اثر نہیں پڑا بلکہ ان میں مدارس کے قیام کا ایک نیا جوش و ولولہ پیدا ہو گیا جو نہ صرف مسلمانوں کو دینی، ذہنی و تہذیبی ارتداد سے محفوظ رکھ سکے بلکہ (نظم مملکت کو چھوڑ کر) ہر طرح سے اسلامی سلطنت کی قائم مقامی کر سکے۔**

اور ایف وارڈن نے مسئلہ تعلیم پر ایک یادداشت مرتب کی جس میں حسب ذیل اعتراف موجود ہے: ہم نے ہندوستانیوں کی ذہانت کے چشمتے خشک کر دیئے ہیں اور ہماری فتوحات کی نوعیت ایسی ہے کہ اس سے نہ صرف یہ کہ تعلیمی ترغیب نہیں ہوتی بلکہ اس سے قوم کا علم سلب ہو جاتا ہے اور علم کے پچھلے ذخیرے نسیا منیا (بھولے بسرے) ہو جاتے ہیں۔

ڈبلیو ڈبلیو ہنٹرن نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ’ہمارے ہندوستانی مسلمان‘ میں ہندوستانی مسلمانوں کی جائزہ شکایتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے اور ان کو بجا قرار دیا ہے: ”ان (مسلمانوں) کو شکایت ہے کہ ہم نے مسلمانوں سے مذہبی فرائض کو پورا کرنے کے ذرائع چھین لیے اور اس طرح روحانی اعتبار سے ان کے ایمان کو خطرہ میں ڈال دیا۔ ہمارا جرم ان کے نزدیک یہ ہے کہ ہم نے مسلمانوں کے مذہبی اوقات میں بددیانتی سے کام لیتے ہوئے ان کے سب سے بڑے تعلیمی سرمایہ کا غلط استعمال کیا۔“

سر ولیم ہنٹرن نے اپنی اس کتاب میں مسلمانوں کے نظام تعلیم و مدارس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ”انگریزوں کے ہندستان پر قابض ہونے سے پہلے وہ ملک کی سیاسی ہی نہیں بلکہ دماغی قوت بھی تسلیم کیے جاتے تھے، اس ہندوستانی مدبر کے الفاظ میں جو ان سے بخوبی واقف تھا، ان کا

ایک نفسیاتی اور جذباتی تعلق اور لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ تھا کہ مستحکم اور طویل المیعاد اسلامی سلطنتوں کی موجودگی اور شاہان وقت کی فیاضی اور بعض اوقات دینداری کے باوجود اس سختی بر اعظم کے مسلمانوں کا اسلام سے ارادی و شعوری وابستگی، بقدر ضرورت دینی معلومات اور دینی احکام پر عمل کرنے کا جذبہ اس آزاد دینی نظام تعلیم اور انھیں آزاد مدارس کے ایثار پیشہ اور مخلص فضلاء کی سعی و جہد کا نتیجہ ہے، جس میں مسلم سلطنتوں اور فرمانرواؤں کا تقریباً کچھ حصہ نہیں۔ تاریخ و حقائق کی روشنی میں بلا خوف و تردد کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت تک نہ صرف اس برصغیر کے مسلمانوں کا بلکہ بیشتر یا تمام تر مسلم حتیٰ کہ عرب ممالک تک کے مسلمانوں کا، دین و شریعت سے ربط و تعلق اور ان کی دینی باخبری اور اسلامی ثقافت و تہذیب سے نہ صرف واقف ہونا بلکہ اس کا حامل اور پر جوش حامی ہونا انھیں ایثار پیشہ رضا کار اور کسی حد تک زائد و متوکل فضلاء نے مدارس اور ناشرین علم و دین کا مہم ہون منت ہے۔ ان مدارس کے اساتذہ و فضلاء میں سے متعدد اگرچہ اپنے فن کے ماہر اور یگانہ روزگار عالم ہوتے تھے لیکن وہ پورے اعتماد و انقار کے ساتھ یہ کہنے کے اہل تھے کہ:

کرم تیرا کہ بے جوہر نہیں میں

غلام طفیل و سنجہ نہیں میں  
جہاں بینی میری فطرت ہے لیکن  
کسی جمشید کا ساغر نہیں میں  
اس آزاد دینی تعلیم کا ایک فائدہ یہ تھا کہ سلاطین وقت کے غلط اور بعض اوقات مخالف اسلام اور مادی دین رجحانات بلکہ اس سے آگے بڑھ کر دین کی تیج نئی اور استیصال کا عزم اور منظم کوششوں کا اثر مسلم معاشرہ پر بالکل نہیں پڑ سکا۔ درباریوں اور خوشامدیوں کے ایک مختصر حلقہ میں محدود ہو کر رہ گیا۔ اس کا ایک روشن ثبوت یہ ہے کہ شہنشاہ اکبری (جو سلطان ترکی کے بعد اپنے وقت میں دنیائے اسلام کا سب سے طاقتور اور وسیع مملکت بادشاہ تھا) تحریک وحدت ادیان، تعطیل شریعت اسلامی، بلکہ مسیح دین محمدی کی منظم اور منصوبہ بند کوشش جس میں اس عہد کے بعض ذکی ترین بلکہ عبقری افراد شریک تھے، مسلم معاشرہ پر قطعاً کوئی اثر نہیں ڈال سکی اور جیسا کہ بعض یورپین مؤرخین نے اعتراف کیا ہے کہ وہ چند بار باری اشخاص تک محدود رہی اور مسلمان عوام اس سے کلی طور پر غیر متاثر رہے اور یہ نتیجہ ان حقانی، ربانی علماء و مصلحین اور داعیان دین کا فیض تھا جن کا اثر عامۃ المسلمین اور داعیان دین کا فیض تھا جن کا اثر عامۃ المسلمین پر نہ صرف سرکاری درباری علماء سے زیادہ بلکہ سلاطین و حکام سے بھی زیادہ تھا۔

# اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے

تحریر: مولانا نثار احمد حصار القاسمی

عقیدے نے انسانیت کے سفر کو آگے بڑھانے اور اس کے قافلے کو کھلی فضاؤں میں سانس لینے کا موقع فراہم کرنے میں اہم رول ادا کیا، اسی کے زیر اثر انسانیت کا معیار بلند ہوا اور اسے ظلم و تعدی و سرشی سے نجات حاصل کرنے میں مدد ملی اور انہیں مجبور کیا کہ وہ اس کائنات کے خالق و مالک اور اسے چلانے والے کی ذات میں غور و فکر کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لوگو! تم پر جو انعام اللہ نے کئے ہیں انہیں یاد کرو کیا اللہ کے سوا اور کوئی خالق ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے روزی پہنچائے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم کہاں اٹھ جاتے ہو۔ (یعنی اس بیان وضاحت کے باوجود بھی تم غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو؟) (فاطر: ۳)

اسی کا اعلان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جیتہ الوداع کے خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، کسی عربی کو نجی براور کسی نجی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی کسی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر، سوائے تقویٰ کے (مسند احمد)

اسلام اور اس کی تہذیب کی ایک خصوصیت اس کی میانہ روی، اعتدال پسندی اور توازن ہے، یہ توازن روح و مادیت کے تقاضوں میں بھی ہے، انسانی افکار و خیالات میں بھی ہے۔ علوم شرعیہ اور علوم حیات میں بھی ہے۔ دنیا و آخرت کے امور میں بھی ہے، حقوق و ذمہ داریوں میں بھی ہے، انفرادی جذبات اور سماجی مفادات و مصالح میں بھی ہے اور دیگر دینی و دنیوی امور و معاملات میں بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ (البقرہ: ۲۸۶)

دوسری جگہ ارشاد ہے: اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول۔ (النقص: ۷۷)

اسلام اور اس کی تہذیب اسی میانہ روی توازن اور اعتدال پسندی کی حامل ہے۔ جو کسی دوسرے دین و مذہب اور دوسری تہذیب و فطرت میں مفقود ہے، اسلام اور اس کی تہذیب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ اخلاقی رنگ سے رنگا ہوا ہے، اقتدار و حکمرانی ہو یا فیصلے، علم و حکمت ہو یا قانون سازی و تشریع ہو یا جنگ و جدال ہو یا امن و سکون اور سماجی معاملہ ہو یا مالیاتی و معاشی، خاندانی و گھریلو معاملہ ہو یا عوام الناس کی محفل ہر جگہ اور ہر قدم پر اسلام اخلاقی اصولوں کو ملحوظ رکھتا ہے، قانون بناتے ہوئے بھی اللہ نے اسے پیش نظر رکھا اور حکمرانوں نے بھی اسے نافذ کرتے ہوئے اس پہلو سے اسلام کا کردار اتار دیا و نمایاں اور بلند و برتر ہے کہ اس کے عشر عشر کو بھی کوئی دوسرا دین و مذہب یا تہذیب و ثقافت نہیں پہنچ سکا، خواہ وہ کتنا ہی قدیم یا جدید کیوں نہ ہو، اسلام اس اخلاقی پہلو نے انسانیت کو سعادت و خوش بختی سے بہرہ ور کیا اور یہ اس دین حنیف کا اٹوٹ حصہ ہے، جو اس سے جدا نہیں ہو سکتا، خواہ حالات کتنے ہی تبدیل کیوں نہ ہو جائیں، اور زمانہ کتنا ہی بدل نہ جائے۔ □□

ہے: اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا۔ (یعنی آدم و حوا علیہما السلام سے یعنی تم سب کی اصل ایک اور سب ایک ماں باپ کی اولاد ہو) اور اس لئے تم آہستہ آہستہ ایک دوسرے کو پہچانو، کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں۔ (یعنی مختلف خاندانوں، برادریوں اور قبیلوں کی تقسیم صرف تعارف کے لئے ہے تاکہ آپس میں صلہ رحمی کر سکو) اللہ کے نزدیک سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے، یعنی اللہ کے نزدیک برتری کا معیار خاندان و قبیلہ، اور نسب و نسل نہیں، بلکہ معیار تقویٰ ہے، یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔ (الحجرات: ۱۳)

اس کی آفاقیت ہی تمام لوگوں میں حق و صداقت، خیر خواہی، عدل و انصاف اور مساوات و یکسانیت کے اقدار و اخلاق کو راسخ کرتی ہے، اسلام نہیں دیکھتا کہ بندے کا رنگ و نسل کیا ہے، نسل پرستی پر مبنی تفریق کو پسند نہیں کرتا، بلکہ اسے سختی سے مسترد کرتا اور اسے مٹانے کی تعلیم دیتا ہے، نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سارے عالم کے لئے رحمت تھی، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے: میں نے آپ کو سارے عالم کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

**اسلام اور اس کی تہذیب کی ایک خصوصیت اس کی میانہ روی، اعتدال پسندی اور توازن ہے، یہ توازن روح و مادیت کے تقاضوں میں بھی ہے، انسانی افکار و خیالات میں بھی ہے۔ علوم شرعیہ اور علوم حیات میں بھی ہے۔ دنیا و آخرت کے امور میں بھی ہے، حقوق و ذمہ داریوں میں بھی ہے، انفرادی جذبات اور سماجی مفادات و مصالح میں بھی ہے اور دیگر دینی و دنیوی امور و معاملات میں بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔**

(الانبیاء: ۱۰۷)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے: ہم نے آپ کو سارے انسانوں کی طرف پیغام بنا کر بھیجا ہے۔ (سباء: ۲۸)

یہی وجہ ہے کہ اسلامی تہذیب کا پیغام عالمی و آفاقی پیغام بنا جسے نافذ کرنے میں سب کے سب یکساں طور پر شریک اور سہم ہیں، خواہ وہ مغرب کے رہنے والے ہوں یا مشرق کے، ان کا شمال کے باشندے ہوں یا جنوب کے، ان کا رنگ گورا ہو یا کالا، ان کا تعلق عرب سے ہو یا نجیم سے، ان کے عادات و اطوار اور رہن سہن ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں یا مختلف ہوں۔ تہذیبوں کی تاریخ پر نگاہ ڈال کر دیکھیں تو اندازہ ہو گا کہ یہ خصوصیت و امتیاز و انفرادیت صرف اسلام اور اس کی تہذیب کو حاصل ہے۔ کسی بھی دوسری تہذیب یا مذہب کے اندر یہ چیزیں نہیں پائی جاتی ہیں، اس لئے بحاطور پرستی کو عالمی و آفاقی تہذیب و مذہب کہا جاسکتا ہے، کسی اور کو نہیں۔

تہذیب اسلامی کی دوسری خصوصیت اس کا عقیدہ توحید ہے یعنی عالم کا پروردگار اللہ جل شانہ اپنی ذات و صفات میں منفرد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس عقیدہ توحید کا اثر ان کی تہذیب پر نمایاں طور پر نظر آتا ہے، اور اس

تو اسلام ہی وہ دین و مذہب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں اور ساری انسانیت کی صلاح و فلاح کے لئے پسند فرمایا ہے، اس لئے ہمارے لئے خیر اسی میں ہے کہ ہم اس کی تعلیمات کی پیروی کریں اور اس کے احکام کو اپنی زندگی میں نافذ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس سے زیادہ اچھی بات کہنے والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔ (فصلت: ۱۷۳)

اسلام عروج و ترقی، تہذیب و ثقافت اور اونچے اخلاق و اقدار اور شاندار کردار و معاملات کا مذہب ہے، اسلامی تہذیب نے ہی دنیا کو جہالت و نادانی، تنزی و انحطاط، اخلاقی گراؤ اور بد حال اقدار کی تاریکی سے نکالا جبکہ یہ ساری خرابیاں و برائیاں اسلام کی آمد سے قبل دنیا میں چھائی ہوئی تھیں، اسلام نے اپنی تہذیب و ثقافت اور بے مثال کچھ کر بنا دیا قرآن پر رچی اور اس کی آبیاری سنت مطہرہ سے کی، اسلامی تہذیب نے اپنے دروازے روئے زمین کے تمام اقوام و عوام کے لئے کھول دیئے اور بڑی وسعت ظرفی کا ان کے ساتھ ثبوت دیا۔ اسلام نے رنگ و نسل، دین و مذہب، خطہ و علاقہ، ملک و سرزمین، خاندان و قبیلہ کی تفریق

نہیں کی بلکہ ہر کسی کو گلے لگایا اور اس کے ساتھ یکساں سلوک کرتے ہوئے سب کو بھائی بھائی قرار دیا۔ اسلامی تہذیب اپنی خصوصیات و انفرادیت ہی کی بنیاد پر اس قابل ہوئی کہ وہ دنیائے انسانیت کی قیادت کرے، تہذیب کے ثمرات سے بہرہ ور کرے اور اس کی خوشبوؤں سے معطر کرے انہیں اپنا گرویدہ بنائے اور دنیا میں انہیں جینے کا سلیقہ سکھا کر قوم و سماج اور ملک و وطن کے لئے بہترین شہری بننے کا موقع فراہم کرے۔ اسلامی تہذیب کی ان خصوصیات و انفرادیت کو شہر کارنا مقصود نہیں بلکہ ان میں سے چند کا تذکرہ ہم بطور مثال کر دینا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ اندازہ ہو کہ اسلامی تہذیب نے دنیا کو کیا دیا اور کس طرح انہیں جینے کا سلیقہ سکھایا۔

اسلامی تہذیب کا ایک امتیاز اس کی آفاقیت و ہمہ گیری ہے، اسلام کا ہر پیغام آفاقی ہے، اس کی صدائے بازگشت کسی ایک قوم یا فرد یا خطہ کے لئے نہیں بلکہ سارے عالم کے لئے ہے۔ قرآن کریم نے دو ٹوک الفاظ میں اعلان کیا ہے کہ سارے انسان اولاد آدم اور ایک نوع انسانی کے فرد ہیں، باوجود اس کے کہ ان کی نسلیں، مختلف ان کے وطن جدا گانہ اور ران کی پرورش و پرداخت الگ ماحول اور جدا گانہ فضاؤں میں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

اسلام ہی وہ دین ہے جسے اللہ نے ساری انسانیت کے لئے پسند کیا ہے، یہی تمام انبیاء و رسل کا پیغام ہے اور یہی اولیاء و صالحین کا راستہ اور یہی انسانوں کا نظام حیات ہے، کیونکہ یہ دین فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”پس آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین کی طرف کر لیں، اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، یعنی ملت اسلام و توحید پر، اللہ کے بنائے میں کوئی تبدیلی نہیں، یعنی اس دین فطرت کو تبدیل نہ کرو) یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔“ (اروم: ۳۰)

دوسری جگہ ارشاد ہے: ”اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے انہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں، ہم سب گواہ بنتے ہیں تاکہ تم لوگ قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم تو اس سے محض غافل تھے۔“ (الاعراف: ۱۷۲)

اسی مفہوم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے: ”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بچہ فطرت (دین اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اسکے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں، جس طرح جانور کا بچہ سچ سالم پیدا ہوتا ہے، اس کا ناک، کان کٹا نہیں ہوتا۔“ (بخاری جائز، مسلم قدر)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندوں کو حنیف (اللہ کی طرف یکسوئی سے متوجہ ہونے والا) پیدا کیا ہے، تو شیطان ان کو ان کے دین فطرت سے گمراہ کر دیتا ہے۔ (مسلم، کتاب ایضاً)

تو اسلام وہ دین فطرت ہے جس کی تعلیمات سے انسان اپنے اندر سعادت، امن و امان و سکون و اطمینان اور زندگی کی خوشگوار محسوس کرتا ہے۔

اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے، اسی کے نظام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے چنا اور انبیاء کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں تک پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے اپنے پاس علم آ جانے کے بعد آپس کی سرکشی اور حسد کی بنا پر ہی اختلاف کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ جو بھی کفر کرے، اللہ تعالیٰ اس کا جلد حساب لینے والے ہیں۔ (آل عمران: ۱۹)

دوسری جگہ ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کر رکھا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا، اور جو وہی کے ذریعہ ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے، اور جس کا تاکید ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ (الشوریٰ: ۱۳)

سورہ بقرہ میں ہے: اور اس کی وصیت ابراہیم اور یعقوب نے اپنی اولاد کو دی کہ ہمارے بچو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس دین کو پسند فرمایا ہے، خیر دار تم مسلمان ہی رہنا۔ (البقرہ: ۱۳۲) سنو جو بھی اپنے آپ کو غلوں کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے بے شک اسے اس کا رب پورا بدلہ دے گا۔ اس پر نہ تو کوئی خوف ہوگا، نہ غم و اداسی۔ (البقرہ: ۱۷۳)

## عالمی خبریں

### بدشگونی کی علامت دہلی میں زخمی پرندہ علاج سے محروم

انڈیا کے دار الحکومت نئی دہلی کے آسمان پر مختلف اقسام کے شکاری پرندے ہوتے ہیں تاہم ان کی ایک بڑی تعداد ہر ہفتے پتنگوں کی ڈور، گاڑیوں کے نیچے آ کر یا دیگر انسانی سرگرمیوں کی وجہ سے زخمی ہو جاتی ہے۔ ان میں سے کچھ خوش نصیب پرندے ندیم شہزاد اور محمد سعود کے پاس پہنچ جاتے ہیں جہاں ان کا علاج کیا جاتا ہے۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق یہ دونوں بھائی ایک امدادی گروپ چلاتے ہیں جو زخمی جانوروں اور پرندوں کے لیے کام کرتا ہے۔ تاہم ایسا کرنے میں دونوں کو مشکلات کا سامنا ہے کیونکہ زخمی جانوروں اور پرندوں کو براشون سمجھا جاتا ہے اس لیے چند ہی لوگ ان کے ادارے وائلڈ لائف ریسکیو کو امداد فراہم کرنا چاہتے ہیں۔ ۲۳ برس کے ندیم شہزاد نے اے ایف پی کو بتایا ہے کہ انڈیا میں ایک تو ہم پرستی ہے کہ شکاری پرندے بد قسمتی کی نشانی ہوتے ہیں۔ انہیں زیادہ لوگ پسند نہیں کرتے بلکہ کئی تو ان سے نفرت کرتے ہیں۔

### طالبان نے سابق حکومت کے سو سے زائد عہدیدار قتل کیے: اقوام متحدہ

اقوام متحدہ نے کہا ہے کہ افغانستان میں طالبان اور ان کے اتحادیوں نے سو سے زائد ایسے افراد کو قتل کیا ہے جو سابق حکومت میں شامل تھے یا ان کا تعلق سکیورٹی فورسز سے تھا۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق طالبان اور ان کے اتحادیوں کی جانب سے ہلاک کیے جانے والے افراد میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ماضی میں افغانستان میں تعینات نیٹو فورسز کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ اے ایف پی نے اقوام متحدہ کی تازہ رپورٹ کے حوالے سے بتایا ہے کہ اس میں افغانستان کے نئے بنیاد پرست حکمرانوں کی جانب سے انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کا ذکر ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سیاسی بنیادوں پر ہونے والے قتل کے علاوہ طالبان کے حکومت میں آنے کے بعد خواتین کے حقوق کو بھی دبا گیا ہے اور شہریوں کے حق احتجاج پر بھی بندش لگائی گئی ہیں۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انٹونیو گوتریس کی رپورٹ کے ارکان، سکیورٹی فورسز کے اہلکاروں اور نیٹو افواج کے ساتھ کام کرنے والوں کے لیے عام معافی کے اعلان کے باوجود، اقوام متحدہ کے افغانستان سے متعلق مشن کو قتل، جبری گمشدگیوں اور ان شہریوں کے خلاف دیگر اقدامات کی باوثوق اطلاعات مل رہی ہیں۔

### سکا خان کو ویزا مل گیا، ۵۷ برس بعد رشتہ داروں سے ملاقات ہوگی

بھارتی شہری سکھ خان کے لیے تقسیم ملک کا رخم ۵۷ برس بعد مندرمل ہو رہا ہے۔ پاکستان کا ویزا مل جانے کے بعد اب وہ پنجاب کے فیصل آباد میں اپنے بھائی صدیق اور رشتہ داروں سے ملے گا۔ دہلی میں پاکستانی ہائی کمیشن نے ایک ویڈیو بھی جاری کی ہے جس میں سکا خان کو ویزا ملنے پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے۔ ویزا جاری کرنے کی اطلاع ٹویٹر پر بھی دی۔ اس کے ساتھ ایک تصویر بھی شیئر کی ہے جس میں ان کے ہاتھ میں پکڑے پاسپورٹ پر ویزے کے مہر لگی ہوئی ہے۔ ٹویٹر پیغام میں کہا گیا ہے، آج سکا خان کو پاکستانی ہائی کمیشن کی جانب سے پاکستان میں اپنے بھائی محمد صدیق اور خاندان کے دیگر افراد سے ملاقات کے لیے ویزا جاری کر دیا گیا ہے۔

# اسلامی پردہ - انسداد فواحش کا واحد راستہ

تحریر: مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

مفتی محمد شفیع امام ابو بکر بھٹو کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ مزین برقعہ پہن کر ٹکٹا نا جائز ہے کیونکہ جب زیور کی آواز تک کو قرآن نے اظہار زینت میں داخل قرار دے کر ممنوع کیا ہے تو مزین رنگوں کے برقعے پہن کر باہر ٹکٹا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔ مختصر یہ کہ فقہاء کرام کے مطابق برقعہ درج ذیل شرائط پر پورا اترنا چاہیے، چھٹی اس سے پردے کا مقصد حاصل ہوگا ورنہ نہیں:

(۱) برقعہ انتہائی سادہ ہو، اس میں نقش و نگار اور زیب و زینت نہ ہو، اور نہ ہی ایسا رنگ ہو جو جاذب نظر ہونے کی وجہ سے مردوں کی توجہ کا سبب بنے۔

(۲) برقعہ چست نہ ہو کہ اس سے جسم کی ہیئت اور نشیب و فراز ظاہر ہو، بلکہ ڈھیلا ڈھالا ہو، جس سے جسم نمایاں نہ ہوتا ہو۔

(۳) برقعہ باریک نہ ہو، جس سے جسم یا جسم کا لباس ظاہر ہوتا ہو، بلکہ وہ اس قدر موٹا ہو جس سے جسم اور اس کا لباس نظر نہ آئے۔

(۴) برقعہ اس قدر بڑا ہو جس میں جسم اچھی طرح چھپ جائے۔

(۵) برقعہ مردوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو، اسی طرح کافروں یا دین بیزار عورتوں کے فیشن کی برقعہ کے مشابہ بھی نہ ہو، کیونکہ ان لوگوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

(۶) برقعہ پر پھٹنے والی خوشبو بھی نہ لگائی جائے، جو کہ مردوں کے لیے فتنے کا سبب بنے۔

## خلاصہ کلام

مسلمان عورتوں کے ایمان اور حیا کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایسا برقعہ پہننے کا اہتمام کریں جس میں مذکورہ بالا شرائط پائی جاتی ہوں، جیسا کہ بعض علاقوں میں ٹوپی والے برقعے رائج ہیں، جن میں یہ شرائط پائی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ ایسے برقعے پہننا جو نقش و نگار والے ہوں، جاذب نظر ہوں، چست یا باریک ہوں، جس سے جسم نمایاں ہوتا ہو تو واضح رہے کہ یہ ناجائز ہے۔ اسی طرح مرد حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی خواتین کو ایسے ناجائز برقعوں سے منع کر کے جائز برقعے پہننے کا پابند بنائیں۔ حق تعالیٰ تمام کو توفیق عمل نصیب فرمائے۔ آمین □□

چھپایا کرتے تھے آج وہی سرعام دعوتِ نظارہ دے رہے ہیں، افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ نہ صرف خواتین کو؛ بلکہ سرپرستوں اور ذمہ داروں کو بھی اس کا احساس تک نہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رنجی لکھتے ہیں: بعض مسلم خواتین کے اندر بے چاہی کا نظریاتی اور عملی رجحان کہیں نہ کہیں یہ ضرور ظاہر کرتا ہے کہ مذہب پر ہماری گرفت ڈھیلی پڑ چکی ہے۔ قرآن کو اللہ کی کتاب سمجھنا اور پھر اس کے کچھ احکام کو ماننا اور کچھ کو نہ ماننا، کیا یہ ظاہر نہیں کرتا کہ ہم اللہ کی مکمل اطاعت کرنے کی بجائے بعض معاملات میں اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہیں۔ اسلام ایک عورت کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنا سر ڈھک کر رکھے، باہر نکلتے وقت چادر اس طرح اوڑھ کر نکلے کہ جسم کے نشیب و فراز نمایاں نہ ہوں۔ آواز پیدا کرنے والے زیور پہن کر نہ نکلے، ایسی خوشبو نہ استعمال کرے، جس سے لوگوں کی توجہ بطور خاص اس کی طرف ہو جائے۔ کسی ناخرم سے تنہائی میں نہ ملے، اس کی باتوں میں چلک اور لوچ نہ ہو کہ کوئی بدینیت اپنے دل میں گندے خیالات پیدا کر لے۔ زینت کی چیزیں دانست ظاہر نہ کرے۔ بغیر حرم کے تنہا سفر نہ کرے، میل جول کی خواتین سے بے تکلفی برتے، ان خواتین سے نہیں جو اس کے لئے اجنبی ہوں۔ وغیرہ آج تعلیم کے راستے سے بے چاہی کی جو با پھیل رہی ہے اس پر ملت کے ہمدردوں کو تنقید کی سے غور کرنا چاہئے۔ اپنی تہذیب اور اس کی شناخت کو بچانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم بچیوں کی تعلیم کا علاحدہ انتظام کریں، ذمہ دار استانیوں سے ان کی تربیت کرائیں، امور خانہ داری میں انہیں طاق بنائیں اور انہیں ان کے فرائض کی یاد دہانی کرائیں۔ (طیلس از عورت پر اسلام کی مہربانیاں)

برقعہ کے شرائط و اوصاف اخیر میں یہ عرض کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ اسلام میں کون سا برقعہ پہننا جائز ہے اور کون سا ناجائز؟ قرآن و حدیث کی تصریحات اور مفسرین و محدثین کی توضیحات کو پیش نظر رکھتے ہوئے، کن شرائط کی رعایت ضروری ہے؟ حضرت

نے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے اپنی چادر اٹھائی اور اسے اس طرح اوڑھا کہ پورا سر، پیشانی اور پورامذہ ڈھانک لیا اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھی۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ایسا برقعہ جو چہرے کے علاوہ سارے جسم کو چھپائے وہ شرعی برقعہ نہیں ہو سکتا؛ کیوں کہ شرعی اعتبار سے چہرہ بھی پردے کے تحت داخل ہے اور آج کل بہت سی ماڈرن خواتین چہرے کو پردے سے خارج سمجھ کر کھلے عام یوں ہی ہجوم پھر رہی ہیں اور زبان حال سے مردوں کو دعوتِ نظارہ دے رہی ہیں۔

حجاب سے بے حجابی تک: حجابیت قدیمہ کی طرح حجابیت جدیدہ میں ایک بار پھر عورت کی عزت و ناموس پر خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں، ان کی عصمتوں سے کھلواڑ کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں، انہیں برہنہ و نیم برہنہ کر کے سربازار سوا کیا جا رہا ہے اور ایک منصوبہ بند سازش کے تحت انہیں شیخ خانہ کے بجائے چراغ محفل بنایا جا رہا ہے، کل تک علما و صالحین خورد و نوش لباس و پوشاک اور رہن سہن کے مغربی ہونے کا شکوہ ہی کرتے رہے کہ اب برقع اور حجاب بھی تجدید کی راہ پر چل پڑے ہیں، دیکھنا یہ ہے کہ یہ سلسلہ کہاں جا کر ختم ہوگا؟

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ایک غیرت مند مسلم خاتون ماضی فریب تک حجاب کے سلسلے میں کسی بھی طرح کی مصالحت کے لیے تیار نہیں ہوتی تھی، اولاً تو وہ بے ضرورت گھر سے باہر نہیں نکلتی تھی اور ثانیاً کسی ضرورت سے ٹکٹا پڑ جاتا تو اس طرح پردے اور حجاب کا اہتمام کرتی تھی کہ بچپنا مشاغل ہو جاتا تھا؛ مگر افسوس صد افسوس کہ اب یہی مسلم خواتین جدت پسندی اور ماڈرنائزیشن کا شکار ہو گئیں، کل تک جو برقعے لباس و جسم کے جمال کو

تعالیٰ بخشے والا مہربان ہے۔ (الاحزاب) ایک اور موقع پر حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا: اور عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ (الاحزاب) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لئے گھروں سے نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اور سرے ڈال کر اپنا منہ چھپالیں اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔

ابن جریر اور ابن منذر کی روایت ہے کہ محمد بن سیرین نے حضرت عبیدہ سلمانی سے اس آیت کا مطلب پوچھا۔ (حضرت عبیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمان ہو چکے تھے مگر حاضر خدمت نہ ہو سکے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں مدینہ آئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ انہیں فقہ اور قضائیں قضی شریعت کے ہم پلدا مانا جاتا تھا) انہوں

عورت کے پردے کے بارے میں اکثر لوگ اس غلط فہمی کا شکار رہتے ہیں کہ وہ ستر اور حجاب کے درمیان یا تو فرق ہی نہیں کرتے یا فرق کو تسلیم نہیں کرنا چاہتے؛ جبکہ شریعت اسلام میں ان دونوں کے الگ الگ احکام بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن میں لکھتے ہیں: ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

ستر عورت اور حجاب نسائ یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض ہے۔

## مسلم لڑکیوں کی دینی تربیت کا فقدان مضر اثرات اور حل (۳)

اب سوال یہ ہے کہ تعلیم کے نام پر کیا اسلامی تہذیب کا جنازہ نکالنے کا یہ عمل ہمارے ہاتھوں سے اسی طرح جاری رہے گا یا اس صورت حال پر تنقید کی سے غور کیا جائے گا؟ بسا اوقات بیانات، جلسے جلوس اور فلمی جولانی کے ذریعہ اپنے درد و غم کا اظہار کر دیا جاتا ہے اور کوئی مضبوط اور درپالانحہ عمل طے نہیں کیا جاتا ہے اس لیے کہ اس طرح کے واقعات میں کمی آنے کے بجائے اور اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس فلمی و ذہنی ارتداد میں سب سے بڑا کردار ہمارے تعلیمی نظام کا ہے، اس لیے کہ اس تعلیمی نظام میں ایک بچی غیروں کے حوالے کر دی جاتی ہے اور اس کی دینی تربیت، اسلامی تہذیب سے اس کی واقفیت ایک مسلمان عورت کے فرائض و حقوق، عقیدہ توحید، رسالت اور آخرت کی اہمیت، اسلام کے ابدی و آفاقی نظام کی عظمت، اسلامی تعلیمات کی معقولیت، عقیدہ شرک کی قباحیت، اس کی غیر معقولیت، جیسے موضوعات سے واقف نہیں کرایا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک مسلم لڑکی مندر کے نظام سے جس قدر واقف اور مانوس ہوتی ہے، مسجد کے نظام سے اس قدر مانوس نہیں ہوتی۔ آج اگر ہم اس نظام میں تبدیلی چاہتے ہیں تو مسلم بچیوں کے ایمان و اعمال کی بقا اور اسلامی تہذیب پر اپنے ہاتھوں ہونی یلغار کو روکنا چاہتے ہیں تو ہمیں سنجیدہ اور درپا محنت کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے ہمارے اندر یہ احساس پیدا ہونا چاہیے کہ اپنی بچیوں کی تعلیم کے ذریعہ کچھ حاصل کرنے کے ساتھ بہت کچھ کھو رہے ہیں جب تک یہ احساس نہیں ہوگا اس وقت تک ہم کھوئے ہوئے احوال کا تذکرہ نہیں کر پائیں گے۔ سب سے پہلے ہمیں اپنا تعلیمی نظام قائم کرنے کی ضرورت ہے، جہاں کہیں بھی بڑی مسلم آبادی ہو اور مسلمان معیشت میں مضبوط ہوں ان کو اپنے معیاری اسکول قائم کرنے چاہیے اور اسکولوں میں بھی گرل اسکول اور گرل کالج قائم کرنے پر سب سے زیادہ دھیان دینے کی ضرورت ہے اس کے ذریعہ ہم بہت آسانی سے اس طرح کے واقعات پر قابو پاسکتے ہیں، مسلم منجھنت اسکولوں میں ایک کلاس اسلامی معلومات کا رکھا جاسکتا ہے اور اس طرح کے اسکول سے ہم اسلامی تہذیب و ثقافت کے فروغ کا بڑا کام کر سکتے ہیں۔

## بچوں کا گوشہ بچوں کی صحیح دینی و اخلاقی تربیت اور اصلاح نہایت ضروری (۳)

جس فانی انسان کو اپنے اگلے بل کے انجام کا علم نہیں وہ کس چیز پر گھنڈ کرنا چاہتا ہے؟ اسی طرح بچوں کو آواز و لہجے میں نرمی اور شائستگی کی تعلیم بھی دی جائے، بلا ضرورت بلند آواز میں بات کرنا خاص طور پر بڑوں اور بزرگوں کے سامنے بدتہیزی شریعت کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ دنیا بھر میں اس وقت ذہنوں پر مغرب اور اس کی ہموار تہذیبیں سوار ہیں جو اپنی فکر، تہذیب و تمدن، علوم و فنون، وضع قطع، لباس و زینت سب پر حاوی ہیں، ان کی ہر چیز معیاری، ہر طریقہ ترقی یافتہ اور تمدن کا ہر ڈھنگ عمر کی کامیاب سمجھا جاتا ہے، اس جھوٹ و مکر سے بھی بچوں کو واقف کرایا جانا ہی زمانہ بہت ضروری ہو گیا ہے، کیونکہ یہ سوچ ان کی دین سے دوری کا سبب بن رہی ہے جس کی وجہ سے بچے اور معاشرہ دونوں بگاڑ کا شکار ہو رہے ہیں۔

تربیت دو قسم کی ہوتی ہے، ظاہری تربیت اور باطنی تربیت: اولاد کی ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی تربیت والدین کے ذمہ فرض ہے۔ ماں باپ کے دل میں قدرتی طور پر اپنی اولاد کے لیے بے حد رحمت و شفقت کا فطری جذبہ اور احساس پایا جاتا ہے۔ یہی پدری و مادری فطری جذبات و احساسات ہی ہیں جو بچوں کی دیکھ بھال، تربیت اور ان کی ضروریات کی کفالت پر انہیں اُبھارتے ہیں۔ ماں باپ کے دل میں یہ جذبات رائج ہوں اور ساتھ ساتھ اپنی دینی ذمہ داریوں کا بھی احساس ہو تو وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریاں احسن طریقہ سے اخلاص کے ساتھ پوری کر سکتے ہیں۔ ظاہری تربیت میں اولاد کی ظاہری وضع قطع، لباس، کھانے، پینے، نشست و برخاست، میل جول، اس کے دوست و احباب اور تعلقات و مشاغل کو نظر میں رکھنا، ان کے تعلیمی کوائف کی جانکاری اور بڑے ہونے کے بعد ان کے ذرائع معاش کی نگرانی وغیرہ امور شامل ہیں۔ یہ تمام امور اولاد کی ظاہری تربیت میں داخل ہیں۔ اور باطنی تربیت سے مراد ان کے عقیدہ اور اخلاق کی اصلاح و درستگی ہے۔ تربیت میں میانہ روی اور اعتدال کا راستہ اختیار کرنا چاہیے، مرنے کو اس بات سے باخبر ہونا چاہیے کہ بچہ کے لیے نصیحت کارگر ہے یا سزا؟ تو جہاں جس قدر سختی اور نرمی کی ضرورت ہو اسی قدر کی جائے۔

صفحہ  
تحفظ  
ختم  
نبوت

# قادیانی پیشواؤں کی نجی زندگی کا مشاہدہ

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

بن کے رہنے والوں ہرگز نہیں ہوا آدمی کوئی ہے رو بہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار

(درشین مندرجہ روحانی خزائن)

یعنی اے کادیان کے رہنے والوں قطعاً انسان نہیں ہو کوئی تم میں لومڑی ہے کوئی سور ہے اور کوئی سانپ۔

اب دل لگتی کیسے اس بات میں مرزا صاحب کو جھٹلائیں تو کیسے جھٹلائیں کہ قادیانی تاریخ کا ایک صفحہ اس قادیانی امت کی زہرناکیوں بدکرداریوں اور ننگ انسانیت کا رنارنوں سے بھرا پڑا ہے، تو کیسے قادیانی مذہب کے دودھ کے دھلے پیشواؤں کی نجی زندگی کا مشاہدہ کریں احتیاطاً ماسک لگائیں کہ ان بدبودار واقعات کی متعفن سرائڈ تمہارے مشام جاں کو ہی جلا کر رکھ نہ کر دے۔

گزشتہ کچھ دنوں سے ایک قادیانی خاتون کی مرزا مسرور سے فون پر طویل گفتگو انٹرنیٹ پر زور و شور کے ساتھ گشت کر رہی ہے جس میں اس خاتون نے اپنے ساتھ جنسی زیادتی کا مرزا مسرور

عربی کی مشہور کہات ہے کہ گھر والا اپنے گھر کے بارے میں زیادہ بہتر جانتا ہے۔ مرزا قادیانی بانی جماعت مرزا سی کی زندگی اگرچہ کذب و فریب کا مجنوں مرکب بھی مگر بھی ایسی بات بھی کر جاتا تھا کہ جسے امت مسلمہ سچ ماننے پر مجبور ہو جاتی ہے اگرچہ مرزا صاحب کی یہ بدقسمتی الگ سے ہے کہ جب مسلمان اسے سچا نہیں تو قادیانی خود اس کی تکذیب کر رہے ہوتے ہیں اور جب قادیانی تصدیق کرتے ہیں تو امت مسلمہ تکذیب کر رہی ہوتی ہے یعنی بیک وقت وہ کسی بات میں بھی سب کے ہاں سچا نہیں ہوتا۔

مرزا صاحب کے چند اقوال اور پھر ان کی سچائی مندرجہ ذیل واقعہ سے ملاحظہ فرمائیں مرزا صاحب اپنی کتاب شہادت القرآن ص ۹۹ مندرجہ ذیل روحانی خزائن ج ۶ ص ۳۹۵ پر برٹن طراز ہیں۔

”ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب گزشتہ کچھ دنوں سے ایک قادیانی خاتون کی مرزا مسرور سے فون پر طویل گفتگو انٹرنیٹ پر زور و شور کے ساتھ گشت کر رہی ہے جس میں اس خاتون نے اپنے ساتھ جنسی زیادتی کا مرزا مسرور سے رونا روپا ہے، جس قادیانی خاتون ندا سے زیادتی کی جاتی رہی وہ مرزا ناصر کی پوتی مرزا لقمان کی بیٹی اور مرزا طاہر کی نواسی ہے۔

تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیز گاری اور لکھی محبت پیدا نہیں کی سو میں (مرزا غلام احمد قادیانی) یہ دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ ہماری جماعت میں داخل ہو کر اپنی جماعت کے غریبوں کو بھڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں اور ان میں سفلہ اور خود غرضی اس قدر دیکھتا ہوں کہ آدمی خود غرضی کی بنیاد پر لڑتے ہیں۔ جب مجمع میں اس کا مشاہدہ کرتا ہوں تو دل بے اختیار کہتا ہے کہ اگر میں درندوں میں ہوتا تو ان بنی آدم (قادیانیوں) سے اچھا ہے۔“ (شہادت القرآن ص ۹۸)

اب یہ جماعت قادیانی کا وہ کریکٹر سٹیکٹ ہے جسے ان کے خود ساختہ مدعی نبوت نے جاری کیا ہے امت مسلمہ جس کے ہر حرف کی تصدیق پر مجبور ہے لیجئے قادیانی امت کا ایک اور تمغہ حسن کارکردگی بھی ملاحظہ کریں پھر ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

تحریر: مفتی محمد رضوان عزیز

سے رونا روپا ہے۔ جس قادیانی خاتون (ندا) سے زیادتی کی جاتی رہی وہ مرزا ناصر کی پوتی مرزا لقمان کی بیٹی اور مرزا طاہر کی نواسی ہے۔ مرزا مسرور کی بیوی داؤد مظفر شاہ کی بیٹی ہے۔ مرزا مسرور کا سالہ محمود شاہ (جو نداء آبروریزی کیس کا مرکزی کردار ہے) چناب نگر میں ناظر اصلاح و ارشاد ہے اور اس کا دوسرا بھائی یعنی مرزا مسرور کا دوسرا سالہ خالد شاہ ناظر اعلیٰ ہے۔ یہ دونوں بھائی مرزا مسرور کے ناک کا بال ہیں اور مرزا مسرور نہ جانے کیوں ان سے خائف ہے۔

واقفان حال بتاتے ہیں کہ چند ماہ قبل مرزا مسرور لندن میں زخمی ہوا تھا۔ وہ بھی انہی دو کا کارنامہ تھا۔ دیرینہ ڈرائیور کے ذریعہ مرزا مسرور پر حملہ کرایا گیا تھا۔ جب کہ مرزائی جماعت نے اس واقعہ کو حضور کا پاؤں پھسل جانے سے رپورٹ کیا تھا۔ زخمی ہونے کی تردید نہیں کی گئی تھی۔ یہی محمود شاہ ’خلافت‘ کا بھی مضبوط امیدوار

انٹرنیٹ کی تفصیل کے مطابق قادیانی جماعت کے مرکز (ربوہ) چناب نگر میں مبینہ جنسی زیادتی کا انکشاف سامنے آیا ہے۔ قادیانیوں کے چوتھے خلیفہ مرزا طاہر کی نواسی ندا نے قادیانی جماعت کے موجودہ سربراہ مرزا مسرور کے ساتھ ہونے والی آڈیو کال میں انکشاف کیا ہے کہ موجودہ پانچویں خلیفہ مرزا مسرور کے سالہ محمود شاہ، عامر اور ڈاکٹر مبشر میرے ساتھ قادیانیوں کے مرکز کے احاطہ خاص میں گزشتہ آٹھ سالوں سے جنسی زیادتی (زنا) کرتے رہے ہیں۔ مرزا مسرور نے اپنے سالے کو بچانے کے لئے متاثرہ لڑکی کو خاموش رہنے کی تاکید کر دی ہے۔

متاثرہ لڑکی ندا لقمان کی والدہ فائزہ اور اس لڑکی کے والد مرزا لقمان نے لڑکی کو پاکستان سے لندن بھجوا دیا ہے اور مرزا مسرور سے ملوایا ہے۔ تاکہ لڑکی کو خاموش کرایا جائے۔ جس کے بعد مرزا مسرور نے اسے قانونی اور شرعی معاملات کے نام پر قائل کرنے کی کوشش کی، جس پر متاثرہ

## مرزا قادیانی کا عبرت ناک انجام

مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد قادیانی نے ”سیرت المہدی“ نامی کتاب میں اپنے باپ کی موت کے واقعات اپنی ماں کی زبانی تفصیل سے لکھے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

”جب میں نے پہلی نظر حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے اوپر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا۔ کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے نہ دیکھی تھی۔ آپ کی حالت سخت کرب اور گھبراہٹ کی تھی آپ بول نہ سکتے تھے۔ (یعنی زبان بند ہو گئی) آپ نے بائیں ہاتھ کا سہارا لے کر بستر سے اٹھ کر کچھ کہنا چاہا مگر بے شکل دو چار الفاظ ہی لکھ سکے۔ یہ آخری تحریر تھی۔ جس میں غالباً زبان کی تکلیف کا اظہار تھا اور کچھ حصہ پڑھ نہیں جاتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو غرغره شروع ہو گیا۔ سانس لمبا لمبا اور کھینچ کھینچ کر آتا۔ غالباً ایک یا دو دفعہ آپ رفع حاجت کے لئے پاخانہ تشریف لے گئے اتنے میں آپ کو ایک دست آیا۔ مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ نہ جاسکتے تھے۔ اس لئے میں نے چارپائی کے پاس ہی انتظام کر دیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہوئے۔ اس کے بعد ایک اور دست آیا پھر آپ کو ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ آپ پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہو گئی۔“ (سیرت المہدی جلد ۱، صفحہ ۹)

مرنے سے پہلے مرزا قادیانی کو بڑا خوفناک ہیضہ ہوا۔ منہ اور مقعد دونوں راستوں سے غلاظت بہنے لگی اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ لیٹرین تک جاسکتا اس لئے چارپائی کے پاس اینٹیں رکھ دی گئیں۔ وہیں مرزا نجاست انڈیلنا رہا۔ جب آخری دست کیا تو ساتھ ہی قے آئی جس سے زندگی کا آخری چکر آیا اور چکر اکر اپنی ہی غلاظت میں گر کر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو بروز منگل بوقت ۱۰:۳۰ بجے رات جہنم واصل ہو گیا۔

بچپنی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

پھر مرزا کی گندی بدبودار لاش کو مال گاڑی میں رکھ کر قادیان روانہ کیا گیا اور مرزا کے تابوت اور اس میں پڑے ہوئے بھوسے کو بعد میں حکومت نے آگ لگا کر خاستہ کر دیا تاکہ علاقے میں ہیضہ کی وبا نہ پھیلے۔ بچوں نے سچ ہی کہا تھا۔

دو لکڑیاں دوکانے مرزا میراٹی خانے

لڑکی نے کہا: ”اس کے ساتھ جنسی زیادتی ہوئی ہے جس کے تمام ثبوت اس کے پاس موجود ہیں اور انصاف نہ ملنے کی صورت میں وہ برطانیہ کی عدالت میں بھی جاسکتی ہیں۔

قادیانیوں کے خلیفہ مرزا مسرور کے سالے اور قادیانیوں کے مقامی سربراہ محمود احمد شاہ کی زیادتی کا نشانہ بننے والی لڑکی ندا نے کہا کہ میرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور میرے پاس دیگر ثبوت موجود ہیں۔ لہذا گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ لڑکی نے کہا میرے ساتھ متعدد بار ایسا کیا گیا ہے جس کے خلاف میں عدالت جاؤں گی۔

واضح رہے کہ قادیانیوں کے پانچویں خلیفہ مرزا مسرور کے تین سالے ہیں، جن میں خالد شاہ، قاسم شاہ اور محمود شاہ شامل ہیں۔ محمود شاہ ممکنہ طور پر قادیانیوں کے چھٹے خلیفہ ہوں گے، جو اس وقت صدر انجمن احمدیہ (ربوہ) برائے ۲۰۱۹ء اور

قادیانیوں کے خلیفہ مرزا مسرور کے سالے اور قادیانیوں کے مقامی سربراہ محمود احمد شاہ کی زیادتی کا نشانہ بننے والی لڑکی ندا نے کہا کہ میرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور میرے پاس دیگر ثبوت موجود ہیں۔ لہذا گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ لڑکی نے کہا میرے ساتھ متعدد بار ایسا کیا گیا ہے جس کے خلاف میں عدالت جاؤں گی۔

۲۰۲۰ء کے اہم ترین عہدوں پر ہیں۔ محمود احمد شاہ کو اس انجمن میں اس سال ناظر اصلاح و ارشاد مرکز پر مقرر کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ قادیانی جماعت کے مرکزی عہدہ داروں کی جنسی زیادتی کا نشانہ بننے والی اس خاتون کو اس کال میں مسلسل ڈرایا دھکاپا جاتا رہا اور اس لڑکی کو خاموش رہنے کی تاکید کی جاتی رہی ہے۔

دوسری طرف کچھ دن قبل قادیانی جماعت پاکستان کے ترجمان اور محمود شاہ کے قریبی ساتھی تسلیم دین بھی پاکستان سے فرار ہو کر لندن چلے گئے ہیں۔ لگتا ہے کہ ان کو اس آڈیو کے لیک ہونے کا پہلے سے اندیشہ تھا اور اس آڈیو کال اور دیگر قانونی کارروائیوں سے بچنے کے لئے وہ پاکستان سے فرار ہو چکے ہیں۔ سوشل میڈیا پر کچھ حلقوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ تسلیم الدین کو جماعت سے خارج کیا جا چکا ہے۔ (جاری)

جمعیت علماء ہند کے نائب صدر حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوری کی حیات و خدمات پر مشتمل

ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی کی خصوصی اشاعت

مولانا ریاست علی ظفر بجنوری کی

اپنی تمام تر خوبیوں، بہترین مضامین، شاندار طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آچکا ہے۔

صفحات ۱۹۶ سائز: ۲۳×۳۶/۸ قیمت: -/150

رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسیمینٹ)، ۱۔ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۱۱۰۰۱۱ موبائل: 09868676489

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کی

خصوصی پیشکش

تحفظ ختم نبوت نمبر

انشاء اللہ العزیز انتہائی آب و تاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آ رہا ہے

مکمل تفصیلات آئندہ ملاحظہ فرمائیں

رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسیمینٹ)، ۱۔ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۱۱۰۰۱۱ موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

## یوپی اسمبلی انتخابات ۲۰۲۲ء

## مودی یوگی کی ڈبل انجن والی حکومت کو صرف مذہبی منافرت کا سہارا

اتر پردیش میں ۲۰۱۷ء کے اسمبلی انتخابات میں بی جے پی کو ۳۱ سیٹیں ملی تھیں، کسی بھی پول اور ایکڑ پول سے زیادہ کسی کو بھی ایسی بھر کا مانی کی توقع نہیں تھی لیکن بی جے پی نے ان ۳۱۲ ایم ایل اے میں سے کسی کو وزیر اعلیٰ نہیں بناسکی۔ یوگی آدتیہ ناتھ وزیر اعلیٰ بنے، جو اس وقت ایم پی تھے اور جنھیں پورا دھچکا کا مودی کہا جاتا تھا۔ یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ منوج سنہا جنھیں بعد میں جموں و کشمیر کی لیفٹیننٹ گورنر بنایا گیا تھا، یوپی کے وزیر اعلیٰ کے عہدے کی دوڑ میں نہ صرف آگے تھے بلکہ ان کے گھر میں مٹھائیاں بھی تقسیم کی جانے لگیں لیکن بی جے پی کے اندرونی ذرائع بتاتے ہیں کہ یوگی آدتیہ ناتھ نے تقریباً انگڈ کی طرح دوسروں کا راستہ روکا اور خود وزیر اعلیٰ بن گئے۔ دعویٰ یہ تھا کہ یوپی کی فاتحانہ جیت میں ان کا تعاون سب سے زیادہ تھا۔ اگر ۲۰۱۷ء کا ایک موقع تھا تو ۲۰۲۲ء کا ایک چیلنج ہے۔ اس چیلنج کی ایک بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ جس دور میں رام مندر کی تعمیر کی تحریک فیصلہ کن انجام کو پہنچی، جس میں لوجہا، گوتشی جیسے مسائل غالب آئے، اس دوران کاشی و شونا تھ کے احیاء کا دور چل پڑا، ایسے وقت میں نہ یوگی آدتیہ ناتھ کے لیے راستہ آسان لگ رہا ہے اور نہ وزیر اعظم مودی کے لیے۔ یہی نہیں، جو لوگ ۲۰۱۷ء میں یوپی میں بی جے پی کے آنے کے امکانات کو دیکھ کر بی بی جے پی میں شامل ہو رہے تھے، وہ اب ہوا کا رخ پلٹنا دیکھ کر دوسری طرف بھاگ رہے ہیں۔ یہ لوگ موقع پرست ہو سکتے ہیں لیکن یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ہوا کا رخ معلوم ہے اور وہ یہ جانتے ہیں کہ اس بار راشٹر واد یعنی قوم پرستی کے پھول کھلنے کا امکان کتنا ہے اور سوشلزم کا پھیر کس طرف جاسکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس دور میں وہ لیڈر بی بی جے پی کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں جن کے ساتھ غیر یاد پسندانہ ذاتوں کا ووٹ بی بی جے پی کی کمپ میں آیا تھا، ان کی سیدھی گھر واپسی یہ پیغام دے سکتی ہے کہ بی جے پی پسندانہ طبقات کے ساتھ سیاسی انصاف نہیں کر رہی ہے۔ آخر کار پچھلے کچھ دنوں میں یوگی حکومت کے تین وزراء اور ایک درجن سے زیادہ ایم ایل ایز نے استعفیٰ دے دیے اور سب نے ایک ہی وجہ بتائی ہے کہ بی جے پی حکومت دلوں، پسندانہ، کمزور طبقات کو نظر انداز کر رہی ہے، لیکن یہ ہوائی کیسے؟ نریندر مودی اور یوگی آدتیہ ناتھ کی ڈبل انجن والی سرکار وہ توانائی کیوں پیدا نہیں کر سکی جو ان کی ٹرین کو ۲۰۲۲ء میں پورے یقین کے ساتھ اسٹیشن سے گزرنے دیتی۔ یقیناً اس کی ایک وجہ کسانوں کی تحریک ہے، جس سے نمٹنے میں مرکزی حکومت بری طرح ناکام رہی۔ بی جے پی کے متکبرانہ رویے نے صحیح کام کیا ہے۔ دوسری بات، کسانوں کی تحریک کے دوران حاصل ہونے والی جمہوری سمجھ نے یوپی کے کسانوں کو دور دور تک جوڑا ہے۔ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ وہاں ذات پات اور مذہب کے خانے باقی نہیں رہے، ایسا لگ رہا ہے کہ کسان اب اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے کو تیار نہیں کیونکہ انھوں نے دیکھا ہے کہ ان کے اپنے

ووٹوں سے بننے والی حکومت ان کے تئیں کتنی غیر ذمہ دار ہو سکتی ہے۔ ایسے میں بی جے پی دوبارہ اپنے اسی رام بان علاج کی طرف لوٹ رہی ہے، جس کی مدد سے اس نے اپنے دشمنوں کو اب تک بے سدھ کیا ہے۔ وہ مختلف طریقوں سے نفرت کی سیاست کر رہی ہے۔ دھرم پسند میں مکمل طور پر فرقہ وارانہ، غیر آئینی اور غیر انسانی بیانات دینے والے نام نہاد دستور کا تحفظ اسی سیاست کا حصہ ہے، اس کا پیغام واضح ہے۔ نفرت انگیز تقریریں دوسروں کے لیے ممنوع ہیں، بی جے پی اور سٹک کے حامیوں کے لیے نہیں۔ اس معاملے میں سپریم کورٹ کی مداخلت کے باوجود صرف دو لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔ ان میں سے ایک دہم رضوی ہے جس نے حال ہی میں مذہب تبدیل کیا ہے اور دوسرا جی نرسنہا ہند ہے جس پر خواتین کے خلاف نازیبا زبان استعمال کرنے کا بھی الزام ہے۔ انھیں دراصل اس الزام میں گرفتار کیا گیا تھا، بعد میں اس میں ہری دوار کی نفرت انگیز تقریر کا معاملہ بھی شامل کر دیا گیا لیکن اس دھرم پسند میں جن نام نہاد دستور کی زہریلی تقریروں کے ویڈیوز گردش

**کانگریس کا اکیلے انتخاب لڑنے کا فیصلہ فوری فائدہ کے لحاظ سے کچھ عجیب ضرور لگ سکتا ہے، لیکن اگر واپسی کرنا ہے تو انھیں کچھ وقت کے لیے اکیلے ہی چلنا پڑے گا۔ یہی نہیں پرینکا گاندھی نے خواتین کو ۴۰ فیصد ٹکٹ دینے کا فیصلہ کر کے جو بڑی لکیر کھینچی ہے وہ پوری سیاست کو بدلنے کا کام کر سکتی ہے۔**

کر رہے ہیں، وہ آج بھی سید تانے آزاد گوہم رہے ہیں کہ سرکار میں ہمت ہے تو انھیں گرفتار کر کے دکھائے۔

ایسا نہیں ہے کہ حکومت میں ہمت نہیں ہے لیکن درحقیقت اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ وہ جانتی ہے کہ یہ معاملہ جتنا زیادہ زور پکڑے گا، اس کے جواب میں جو جوشیلی تقریریں کی جائیں گی، اس کا سیاسی فائدہ بی جے پی کو ہی ہوگا۔ اگر ایسی پر جوش تقریریں نہ سنی جائیں تب بھی بی جے پی کو ہی فائدہ ہوگا کیونکہ اس سے یہ پیغام جائے گا کہ بی جے پی حکومت نے اقلیتوں کو ڈرایا ہے۔ لونی کے ایم ایل اے نریش گو جر بھی جو زبان بول رہے ہیں وہ انتخابات کا ضابطہ اخلاق نہیں ہے، یہ ہندوستان کے ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی ہے لیکن بی جے پی ایسے لوگوں کو عزت یا تحفظ دیتی رہی ہے۔ ماضی میں اس کی کئی مثالیں مل جائیں گی۔

مذہبی منافرت کی سیاست کا ایک اور پہلو بی جے پی کا یہ الزام ہے کہ ایس پی اور کانگریس ہندو مخالف سیاست پر عمل پیرا ہے۔ ان کے اس الزام کا ثبوت یہ ہے کہ ایس پی نے ناہید حسن جیسے لیڈر کو ٹکٹ دیا ہے اور کانگریس کو تو قریضاً مضامین متنازعہ بیان دینے والے لیڈر کے ساتھ نظر آنے میں کوئی

اعتراض نہیں ہے۔ بلاشبہ بی جے پی یہاں دوہرا کھیل کھیل رہی ہے۔ اسے اپنے ساہو سنوٹوں کے زہر آلود بیان، جو اقلیتوں کے قتل کی کھلی دھمکی دیتے ہیں اور اس کے لیے جدید ہتھیار چٹانے کی بات کرتے ہیں، اسے غلط نہیں سمجھنا، لیکن جب دوسرے متنازعہ بیان دیتے ہیں تو اسے مذہب سے جوڑ کر دیکھتے ہیں۔ انھیں اپنے داغی لیڈران دکھائی نہیں پڑتے لیکن ایس پی، بی ایس پی کے لیڈران کے داغ ضرور نظر آ جاتے ہیں، بلکہ وہ سیاست کی مجرمانہ کارروائی میں اپنا حصہ بھی نہیں دیکھتی، جواہل۔ ایڈوانی کے دور میں تھا۔ یہ ۱۹۹۸ء کا سال تھا، جب کلیان سنگھ کی حکومت میں پہلی بار کئی داغدار لیڈروں کو ایک ساتھ وزیر بنایا گیا۔ اس کے بعد سے یہ سلسلہ مسلسل بڑھتا ہی چلا گیا تاہم اس دلیل کو ایس پی یا کانگریس کے دفاع کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اگر یوپی کو متبادل سیاست فراہم کرنی ہے تو اسے فرقہ پرستی سے بھی آزاد کرنا ہوگا اور مجرمانہ پن سے بھی۔ تیسری بیماری جس پر کوئی بات نہیں کرتا وہ ہے انتخابی سیاست میں پسے کا بڑھتا ہوا غلبہ۔ ان تینوں بیماریوں سے چھٹکارا حاصل کیے بغیر بدلاؤ نہیں آ سکتا، لیڈران پارٹیاں بدلتے رہیں گے، سیاسی اتحاد کی نئی شکلیں سامنے آتی رہیں گی اور تو اور حکومت بدل جائے گی لیکن حالات نہیں بدلیں گے۔ آخر کار مایائی اور اھلیش یادو کی مسلسل دو میعادوں کے باوجود یوپی میں فرقہ پرستی کی سیاست نہیں بچ پائی، اس نے ایسی دھماکہ جیز واپسی کی کہ اب یہ بالکل ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔

بلاشبہ اس لحاظ سے یوپی میں کانگریس کی پہل ابھی خوش آئند نظر آتی ہے۔ کانگریس کا اکیلے انتخاب لڑنے کا فیصلہ فوری فائدہ کے لحاظ سے کچھ عجیب ضرور لگ سکتا ہے، لیکن اگر واپسی کرنا ہے تو انھیں کچھ وقت کے لیے اکیلے ہی چلنا پڑے گا۔ یہی نہیں پرینکا گاندھی نے خواتین کو ۴۰ فیصد ٹکٹ دینے کا فیصلہ کر کے جو بڑی لکیر کھینچی ہے وہ پوری سیاست کو بدلنے کا کام کر سکتی ہے۔ یہ حساب لگانا فضول ہے کہ اس فیصلے سے کانگریس کو کتنا فائدہ یا نقصان پہنچے گا، یا کانگریس کو فائدہ ہوگا، اور ووٹ بی جے پی یا ایس پی کے کٹیں گے کیونکہ آخر کار بڑی سیاست بہت فوری مقاصد کے ساتھ نہیں کی جاسکتی۔ یقیناً یہ ایک نئی شروعات ہے، جس میں بہت کچھ شامل کرنے کا چیلنج ہے اور اس چیلنج کی راہ میں ان کے اپنے لوگ بھی رکاوٹ بنیں گے، لیکن اگر نئی کانگریس بنتی ہے تو اس کے لیے پرانی کانگریس کی عمارت کو ٹوٹنا ہی ہوگا۔ تاہم یہ مختار بننے کا وقت ہے۔ ذات پات اور مذہبی منافرت کی آڑ میں جو سیاست کی جارہی ہے اور جس طرح ماحول کو آلودہ کیا جا رہا ہے اس سے حالات کبھی بھی بگڑ سکتے ہیں۔ ان حالات میں پران ماحول میں انتخابات کرنا کسی چیلنج سے کم نہیں ہوگا۔ نیز ہندوستان جیسے سیکولر ملک کی مشترکہ تہذیب و ثقافت کو بنائے رکھنا بھی بے حد اہم ہے جس پر ہم اب تک فخر کرتے رہے ہیں۔ □□

## معروف شاعر منورانا کی بیٹی عروسہ کو بنایا کانگریس نے امیدوار

اتر پردیش اسمبلی انتخاب کے پیش نظر کانگریس نے چھ امیدواروں پر مبنی اپنی تازہ فہرست ۳۱ جنوری کو جاری کر دی ہے۔ ان چھ امیدواروں میں تین خواتین شامل ہیں۔ یعنی پرینکا گاندھی کے ذریعہ یوپی اسمبلی انتخاب میں ۴۰ فیصد امیدواروں کو ٹکٹ دیے جانے کے وعدہ پر لگتا تو عمل ہو رہا ہے۔ تازہ فہرست میں سب سے حیران کرنے والا نام مشہور و معروف شاعر منورانا کی بیٹی عروسہ رانا کا ہے، جنھوں نے حال ہی میں اناؤسیٹ سے بطور آزاد امیدوار پرچہ نامزدگی داخل کیا تھا۔ کانگریس نے انھیں پورا واسیٹ سے امیدوار بنایا ہے۔ کانگریس کے ذریعہ جاری کردہ لسٹ کے مطابق پورا واسیٹ سے عروشارانا، لکھنؤ واسیٹ سے شہنا ناصدیقی لکھنؤ نارتھ سے اچے شر یواسٹو، لکھنؤ واسیٹ سے پنج تپواری، ممبھواسیٹ سے ونے وکرم سنگھ، کلیا پور سے گاتری تیاری کو ٹکٹ دیا گیا۔ قابل ذکر ہے کہ کلیان پور سے امیدوار بنائی گئیں گاتری تیاری وکاس دو بے فیمل معاملہ میں مارے گئے امرو دے کی بیوی خوشی دیوی کی ماں ہیں۔ یعنی کانگریس نے امرو دے کی ساس کو امیدوار بنایا ہے جو کہ اپنے خلاف ہوئی نا انصافی کی آواز گئی باراشا پچی ہیں۔ میڈیا میں ایسی خبریں سامنے آ رہی تھیں کہ سماجی وادی پارٹی گاتری تیاری کو ٹکٹ دینے کی کوشش کر رہا ہے، لیکن اس معاملے میں کانگریس نے بازی ماری۔ واضح رہے کہ اتر پردیش میں ۱۰ فروری سے سات مراحل میں ووٹنگ ہونی ہے۔ آخری مرحلہ کے لیے ۷ مارچ کو ووٹنگ ہوگی۔ نتائج ۱۰ مارچ کو برآمد ہوں گے۔ انتخاب سے پہلے کانگریس، بی جے پی، سماجی وادی پارٹی اور بھوجن سماج پارٹی سمیت بھی پارٹیاں بہتر کارکردگی کے لیے پورا زور لگا رہی ہیں۔

## تجزیہ

ایڈووکیٹ ابو بکر سباق سبحانی

## انصاف میں تاخیر، نظام انصاف کی ناکامی

کسی بھی دستور و جمہوری حکومت میں ضروری ہے کہ نظام انصاف مضبوط ہو، انصاف کے بنیادی اصولوں پر نظام انصاف قائم ہو، انصاف کا بنیادی تقاضا ہے کہ انصاف بغیر کسی تاخیر اور اصراف کے ہوتا ہوا دکھائی دے، قانون کی نظر میں امیر غریب یا مذہب کی بنیاد پر کوئی تفریق نہ کی جائے۔ کریمنل قوانین میں مشہور اصول ہے کہ Justice delayed justice denied یعنی اگر کسی کو انصاف ملنے میں تاخیر ہوئی ہے تو یہ انصاف سے محروم کرنا ہے۔ ۲۸ جنوری ۲۰۲۱ء کو الہ آباد ہائی کورٹ نے ۲۰۰۰ء میں ایس سی/ایس ٹی ایکٹ و برور یز کی ایک مقدمہ میں وشنو تیواری کو باعزت بری کیا، وہیں سورت گجرات میں ۲۰۰۱ء کے ایک مقدمہ میں سبی سے منسلک ہونے و ملک مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے الزام میں ۱۶ مارچ ۲۰۲۱ء کو ۱۲۲ افراد باعزت بری کر دیئے گئے، جبکہ اسی دوران ۱۳ مئی ۲۰۰۸ء کے بے پوریم دھماکوں کے الزام میں بارہ سال سے بے پور کی جیل میں بند ایک نوجوان آٹھ مقدمات میں باعزت بری ہو کر آزاد فضا میں سانس لیتا ہے، ایسی شرمناک مثالیں بہت ہی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ملک و سماج میں ایسی طاقتیں موجود ہیں جو مسلسل سماج و ملک مخالف سرگرمیوں میں مصروف ہیں، جن کا مقصد سماج میں آہستی بھائی چارہ کو ختم کر کے مذہب کی بنیاد پر منافرت پیدا کرنا ہے، ایسی طاقتوں کو روکنے و سماج میں تحفظ کا احساس زندہ رکھنے کے لیے کریمنل ججس سسٹم کی بنیاد رکھی گئی تھی، جس کے کچھ بنیادی اصول طے کیے گئے، یعنی اگر کوئی حادثہ واقع ہوتا ہے تو ایف آئی آر درج کر کے ایما اندرانہ چارج کرنا پولیس کی ذمہ داری و فرض قرار دیا گیا۔ لیکن پورے سماج میں ایک عمومی یقین پایا جاتا ہے کہ پولیس کی جانچ ایما اندرانہ و شفافیت پڑتی نہیں ہوتی، بے تحاشہ مقدمات کے فیصلوں میں ضلعی عدالتوں سے لے کر سپریم کورٹ تک نے صاف الفاظ میں پولیس کی جانبدارانہ جانچ و شبوتوں کے ساتھ چیئر جھڑا کرنے و شبوتوں کو جمع کرنے کے بجائے ان کو غلط طریقے سے مجرم قرار دیا ہے تاہم شاذ و نادر مقدمات میں ہی ان تبصروں کے باوجود خاموشی پولیس افسران کے خلاف قانونی کارروائی کی کوئی نذر نہیں دکھائی دیتی ہے، بیسیوں سال جیل میں رہنے کے بعد باعزت بری ہونے والے ملزمین کی بازآبادکاری و معاوضہ کی کوئی پالیسی نہیں ہے اور نہ ہی پولیس و عدلیہ کی کوئی جوابدہی طے ہو سکتی ہے۔

دوسرا اہم مسئلہ ہے کہ مختلف سماجی مسائل کے حل کی غرض سے سخت اسٹیشل قوانین کا نفاذ عمل میں آتا ہے، مثلاً صدیوں سے پس ماندہ ذاتوں کے تحفظ کی غرض سے ایس سی/ایس ٹی ایکٹ یا ملک مخالف سرگرمیوں کی روک تھام کے لیے یو اے پی اے یا ناڈا جیسے کالے قوانین جن کی دفعات کے تحت کریمنل مقدمات درج ہونے پر ضمانت کے امکانات ختم ہی ہو جاتے ہیں، سماج کی نگاہ میں آپ الزام لگتے ہی مجرم تسلیم کر لیے جاتے ہیں، جبکہ زیندر سنگھ بنام اسٹیٹ آف مدھیہ پردیش ۲۰۰۴ء کے فیصلے میں سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ گناہ ثابت ہونے تک بے گناہ تسلیم کیا جانا ہر انسان کا بنیادی و انسانی حق ہے، لیکن ان سخت ترین دفعات میں مقدمات درج ہونے کے لیے کسی طرح کے بھی احتیاطی تحفظات فراہم نہیں کیے گئے ہیں، یعنی کسی بھی طرح کی بے بنیاد اور بھونڈی کہانی تیار کر کے بالکل ڈرامائی انداز میں ایک عام پولیس والا کسی بھی ڈاکٹر، طالب علم یا عام شہری کو گرفتار کر سکتا ہے اور گرفتار ہونے کے بعد مقدمہ کے انجام تک وہ طالب علم یا ڈاکٹر جیل کی کال کٹھری میں ایک دہشت گرد کے طور پر قید رہتا ہے، جبکہ اصولی طور پر ایسی دفعات کے تحت مقدمات درج کرنے اور ٹھوس ثبوت کے موجود ہونے کے بعد ہی گرفتاری ہو، اس کو یقینی بنانا عدلیہ کی ذمہ داری ہے تاہم ایسے الزامات میں عدلیہ بھی کسی طرح کا تحفظ فراہم نہیں کر پاتی ہے۔

سپریم کورٹ نے مقدمات کی تیز رفتار سنوائی کو بنیادی حقوق کا حصہ تسلیم کیا ہے، حسین آرا بنام اسٹیٹ آف بہار کے مقدمہ میں سپریم کورٹ نے بلاتاخیر مقدمات کی سنوائی ہونے کو دستور کے آرٹیکل ۲۱ کا جز تسلیم کیا ہے جس کے مطابق ہر انسان کو بنیادی حق حاصل ہے کہ وہ انسانی اقدار ہونے تک بے گناہ تسلیم کیا جانا ہر انسان کا بنیادی و انسانی حق ہے، لیکن ان سخت ترین دفعات میں مقدمات درج ہونے کے لیے کسی طرح کے بھی احتیاطی تحفظات فراہم نہیں کیے گئے ہیں، یعنی کسی بھی طرح کی بے بنیاد اور بھونڈی کہانی تیار کر کے بالکل ڈرامائی انداز میں ایک عام پولیس والا کسی بھی ڈاکٹر، طالب علم یا عام شہری کو گرفتار کر سکتا ہے اور گرفتار ہونے کے بعد مقدمہ کے انجام تک وہ طالب علم یا ڈاکٹر جیل کی کال کٹھری میں ایک دہشت گرد کے طور پر قید رہتا ہے، جبکہ اصولی طور پر ایسی دفعات کے تحت مقدمات درج کرنے اور ٹھوس ثبوت کے موجود ہونے کے بعد ہی گرفتاری ہو، اس کو یقینی بنانا عدلیہ کی ذمہ داری ہے تاہم ایسے الزامات میں عدلیہ بھی کسی طرح کا تحفظ فراہم نہیں کر پاتی ہے۔

سپریم کورٹ نے مقدمات کی تیز رفتار سنوائی کو بنیادی حقوق کا حصہ تسلیم کیا ہے، حسین آرا بنام اسٹیٹ آف بہار کے مقدمہ میں سپریم کورٹ نے بلاتاخیر مقدمات کی سنوائی ہونے کو دستور کے آرٹیکل ۲۱ کا جز تسلیم کیا ہے جس کے مطابق ہر انسان کو بنیادی حق حاصل ہے کہ وہ انسانی اقدار کے ساتھ زندگی گزارے، کسی بھی مقدمے میں انصاف کا تقاضا ہے کہ متاثر شخص کے ساتھ ساتھ ملزم کو بھی بلاتاخیر انصاف ملے، اگر ملزم ہناسنوائی کے لیے عرصے تک جیل میں قید رہتا ہے تو یہ بھی اس کے اوپر ظلم ہی تسلیم کیا جائے گا کیونکہ جیل میں رکھنا ایک سزا ہے جہاں وہ بہت سے دستوری حقوق سے محروم رہتا ہے، نیز اگر ایک لمبے و طویل عرصے کے بعد باعزت بری ہو جائے تو اس کا ایک عرصے میں جیل میں رہنا یقیناً نظام انصاف کے متضام ہونے پر سوالیہ نشان ہوگا۔ کرتار سنگھ بنام اسٹیٹ آف پنجاب اور پھر عبدالرحمن اتو لے بنام آرا میں نانک کے مقدمات میں بھی سپریم کورٹ نے اسپڈی ٹرائل یعنی مقدمات کی تیز رفتار سماعت کو بنیادی حقوق کا لازمی جز تسلیم کیا ہے اور بہت سے اصول و ضوابط بھی طے کیے ہیں، تاہم آج بھی ایسے بہت سے مقدمات دہلی راجدھانی کی عدالتوں میں زیر التوا ہیں جہاں تقریباً ۱۰ برس کی طویل مدت گزر جانے کے بعد بھی جیل میں قید ملزمین پر الزامات عائد نہیں ہو سکے ہیں جبکہ الزامات عائد ہونے کے بعد گواہوں اور ثبوت پیش کرنے کا ایک نہ ختم ہونے والا دور شروع ہو جاتا ہے۔

ہمارے کریمل ججس سسٹم کی ایک بڑی خامی یہ بھی ہے کہ گواہوں کی کوئی تعداد متعین نہیں ہے یعنی پولیس اپنی چارج شیٹ میں کئی سو گواہوں کی فہرست پیش کر دیتی ہے جن کی گواہیوں میں بیسیوں سال لگ سکتے ہیں لیکن عدالت عموماً ان گواہوں کی اہمیت اور ضرورت پر کوئی غور و فکر نہیں کرتی، یوں مقدمات کی سماعت ملزمین کی زندگی کا ایک بڑا حصہ جیل اور عدالت کے درمیان میں ہی گزار دیتی ہیں۔ سپریم کورٹ نے ونو دیکار بنام اسٹیٹ آف پنجاب ۲۰۱۵ء کے مقدمے میں نجلی عدالتوں کو حکم دیا تھا کہ گواہوں کے بیانات اور جرح کے درمیان میں عدالت کی کارروائیوں کو ملتوی نہ (باقی حصہ ۱۲ پر)

## ادبیات

## بجھتے جاتے ہیں سرکشی کے چراغ

حافظ سہارنپوری

کیوں جلاتے ہو دشمنی کے چراغ  
جب بھی روشن ہوئے خودی کے چراغ  
دوستو میرے دل کی تربت پر  
سرفرازی کی ہے طلب تم کو  
وہ مقدر کے ہیں دھنی یارو  
اکساری کا یہ کرشمہ ہے  
کیوں بجھاتے ہو دوستی کے چراغ  
بجھ گئے دل کی بے حسی کے چراغ  
شوق سے تم جلاؤ گھی کے چراغ  
کام میں لاؤ عاجزی کے چراغ  
جو جلاتے ہیں بندگی کے چراغ  
بجھتے جاتے ہیں سرکشی کے چراغ  
جس نے حافظ وفا سے کام لیا  
جل گئے اُس کی آگہی کے چراغ

## پائی وہ موت تو نے شہادت کہیں جسے

روش صدیقی

گذری وہ زندگی کہ عبادت کہیں جسے  
روزِ ازل تجھے وہ سعادت نصیب ہو  
بے شبہ جلوہ گر تیرے قول و عمل میں تھی  
باطل کے سامنے نہ تیرا سر کبھی جھکا  
مانند برق تھارتی رگ رگ میں موجزن  
تیرا شعار خدمت خلقِ خدا رہا  
تو نے صحیفہ دلِ گیتی سے چن لیا  
اک وضع خاص تیری سیاست میں تھی نہاں  
تجھ کو تیرے شیوخ نے بخشا تھا بالیقین  
وہ دل ملا تجھے جو سراپا گداز تھا  
آیا تھا تیری شکل میں اک مردِ باخدا  
درویش در لباسِ شریعت کہیں جسے

## اور اپنے آپ کو بدتر بنا لیا ہم نے

فادوق ارگلی

غزل کے شعر کو خنجر بنا لیا ہم نے  
بھٹک رہے تھے کوئی راستہ نہ ملتا تھا  
جو کمترین تھے وہ بہترین ہوتے گئے  
یہ سوچ لے کہ کروڑوں کا حال کیا ہوگا  
بگھی جو خود کو بہتر بنا لیا ہم نے

## تو نیند کے بستروں پہ لیٹی چھن کو پایا

ڈاکٹر حنیف ترین سنہلی

گھٹی گھٹی دل میں مدتوں جس تھکن کو پایا  
وہ زرد خوابوں کے وارے جب بھی بچ کے نکلا  
گنگن و شمال اک محل بنانے لگا تصور  
پلٹ گیا اپنی اور کیوں حوصلوں کا داعی  
گئی رُتوں کے جلے مناظر نظر سے گذرے  
بچھا رہا اس کے پیر میں وہ زمین جیسا  
جہاں کہیں بھی حقیقت نے اپنے پن کو پایا

## سلسلہ بچوں کا ماں کے نقشِ پاتک لے گیا

صبغة الله عاصی

کیا ہوا جو وہ مجھے دارِ فنا تک لے گیا  
منزلیں خود میرے قدموں میں سمٹ کر رہ گئیں  
میں جبین شوق کے سجدے ہی گنتا رہ گیا  
ایک مفلس ماں نے مجبوری میں بیچی تھی ردا  
امتحانِ بندگی تھا یا کہ انعامِ خدا  
ایک سجدہ سے جو عاصی کو خدا تک لے گیا

## کھیل کی دنیا چار ہزار برس قدیم کھیل کبڈی جو آج بھی لوگوں کی پسندینا ہوا ہے

اب بھی اتنا مقبول نہیں ہے جتنا دیگر کھیل جیسے فٹ بال، ہاکی، رگبی، کرکٹ، والی بال یا باسکٹ بال وغیرہ ہیں۔

ایک وقت تھا جب کبڈی دیگر کھیلوں کے ساتھ اسکول، کالج میں باقاعدہ کھیل جانی تھی اور اس کے مقابلے ہوتے تھے جن میں نوجوان بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور اپنی طاقت و قوت کا مظاہرہ کرتے تھے مگر پھر مجموعی طور پر کبڈی کے ساتھ دیگر تمام کھیلوں کو اسکول کالج سے ختم کر دیا گیا اور کھیل کے میدان ویران ہو گئے اور آج کا نوجوان کمروں میں بند ہو کر سوشل میڈیا، انٹرنیٹ اور کمپیوٹر تک ہی محدود ہو گیا جس سے نوجوانوں کی ذہنی اور جسمانی صحت تباہ اور برباد ہو چکی ہے، کھیل نہ ہونے سے نوجوان نسل میں رواداری، برداشت، تحمل، مقابلے کی لگن وغیرہ ختم ہو چکی ہیں۔

حکومت اور ارباب اختیار کو چاہیے کہ وہ دوبارہ سے کھیلوں کو نصاب کا حصہ بنا میں اور اسکول کالج میں باقاعدگی سے مختلف کھیلوں سے مقابلے کرائے جائیں۔ اس کھیل کے عالمی ایونٹ پر تقریباً ایک عشرے سے انڈیا کی اجارہ داری قائم رہی ہے تاہم سال ۲۰۲۰ء میں پاکستان کبڈی فیڈریشن نے ذاتی دلچسپی لے کر کبڈی ورلڈ کپ کا انعقاد پاکستان میں کروایا جس میں پاکستان کو کامیابی ملی اور وہ اس کھیل کا عالمی چیمپئن بن گیا، اس سے قبل تمام ورلڈ کپ انڈیا میں ہوتے تھے۔ کبڈی ورلڈ کپ (سرکل اسٹائل) کا آغاز ۲۰۱۰ء سے ہوا۔ اب تک اس کے سات ایڈیشن ہو چکے ہیں۔

۲۰۲۰ء میں پہلی بار ساواوا ایڈیشن انڈیا سے باہر منعقد ہوا، گزشتہ چھ کے چھ ایڈیشن انڈیا میں ہوئے اور ان چھ کا فاتح بھی انڈیا رہا۔ چار خواتین کبڈی ورلڈ کپ بھی انڈیا میں ہوئے اس کا فاتح بھی انڈیا رہا۔ ۲۰۱۱ء کے ورلڈ کپ میں کینیڈا رنر اپ رہا۔ ۲۰۱۶ء کے ورلڈ کپ فائنل میں انڈیا نے انگلینڈ کو یکطرفہ مقابلے کے بعد ہرا کر ورلڈ کپ جیت لیا تھا۔ کبڈی کی عالمی رینٹنگ میں انڈیا پہلے نمبر پر تھا، اب ورلڈ کپ ۲۰۲۰ء جیتنے کے بعد پاکستان پہلے نمبر پر انڈیا دوسرے جبکہ ایران تیسرے نمبر پر ہے۔ یہ کھیل آج تک اولمپک گیمز کا حصہ نہیں بن سکا حالانکہ ۱۹۳۸ء میں برلن اولمپک کے دوران اس کھیل کو نمائشی طور پر دنیا کے (باقی صفحہ ۱۲ پر)

پانچ متبادل کے طور پر کام کرتے ہیں۔ اگر سات کھلاڑیوں میں سے کوئی زخمی ہو جائے تو متبادل کھلاڑی کھیل میں اپنی جگہ لے لیتا ہے۔ ۱۹۲۰ء کی دہائی میں ہونے والے پہلے منظم مقابلوں کے ساتھ ان کا تعارف ۱۹۳۸ء میں آل انڈیا کبڈی کے قیام سے ہوا۔ ۱۹۵۰ء میں فیڈریشن اور ریٹی دہلی میں ۱۹۵۱ء کے ایشین گیمز کے افتتاحی کھیل نمائشی کھیل کے طور پر کھیلا جا رہا تھا۔

میدان دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے اور ہر ٹیم ہر آدھے حصے میں کھڑی ہوتی ہے۔ ٹیمیں جارحانہ اور دفاعی ٹیمیں بنتی ہیں۔ حملہ آور ٹیم کے ایک کھلاڑی کو ڈیلاٹن عبور کرنے اور دفاعی طرف جانے کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ اس شخص کو ریڈر کہا جاتا ہے اور ان کا کام مخالف ٹیم میں زیادہ سے زیادہ

کھلاڑیوں کو چھونا ہے۔ کبڈی ایک سستا کھیل ہے کیونکہ اسے کسی سامان کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ صرف تھوڑی سی کھلی جگہ، طاقت اور استحکام کا مطالبہ کرتا ہے۔ کسی زمانے میں کبڈی اسکولوں اور دیہی علاقوں میں کھیلا جاتا رہا ہے۔ شہری علاقوں میں نوجوان کبڈی کھیلتے تھے۔ کبڈی برصغیر پاک و ہند میں ہزاروں سالوں سے کھیلی جاتی رہی ہے مگر اس نے بین الاقوامی سطح پر پچھلی صدی میں پچپان حاصل کی جب ۱۹۳۶ء کے برلن اولمپکس میں اس کا مظاہرہ کیا گیا۔ آج کبڈی تقریباً پوری دنیا میں کھیلی جا رہی ہے اور کبڈی ایشیائی کھیلوں، کبڈی ورلڈ کپ اور دیگر بین الاقوامی کھیلوں کا ایک حصہ ہے، تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ پنجاب کا مقبول کھیل کبڈی

کھیل ہمیشہ سے انسانی تاریخ کا حصہ رہے ہیں۔ پیچیدہ اور مربوط حرکتیں، اہم مہارتوں جیسے چستی، طاقت اور چوکی کو ابتدائی طور پر شکاری اور جمع کرانے والے جنگل میں اپنے دفاع کے لیے استعمال کرتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ وہ تفریح، جنگ یا رسمی مقاصد کے لیے کھیلے جانے والے مسابقتی اور خوشگوار کھیل بن گئے۔ کھیل ہر تہذیب کا نمایاں حصہ رہے ہیں اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے کھیلوں کا سیٹ ایجاد کیا ہے۔ برصغیر پاک و ہند ایک پرانا اور ثقافتی لحاظ سے امیر خطہ رہا ہے جہاں کھیلوں کی ایک مکمل تاریخ موجود ہے۔ ان میں سے بہت سے کھیل ہزاروں سال پرانے ہیں۔ مشہور کھیل جیسے کبڈی، گلی ڈنڈا، پہلووانی، مشتقی، نیزہ بازی، بیڈمنٹن، شطرنج، ناش، سانپ اور سیرھی، پولو اور مارشل آرٹ کی کچھ اقسام ہندستان میں کھیلے جاتے ہیں۔

کبڈی کی تاریخ کے بارے میں کچھ واضح نہیں کہ کب شروع ہوئی۔ بعض روایات کے مطابق کبڈی کی ابتدا چار ہزار سال پہلے موجود قمل ناڈو، جنوبی ہندستان میں ہوئی تھی۔ بظاہر جنگجوؤں نے ابتدائی دنوں میں جنگ کے لیے تربیت حاصل کی۔ کبڈی کو جنوبی ایشیا کے مختلف حصوں میں متعدد ناموں سے جانا جاتا ہے، جیسے آندھرا پردیش اور تلنگانہ میں کبڈی یا چچڈ گوڈو، مہاراشٹر، کرناٹک اور کیرل میں کبڈی، بنگلہ دیش میں کبڈی یا پاڈوڈو، مالدیپ میں بھاونک، پنجاب کے علاقے میں کوڈی یا کبڈی، مغربی ہندستان میں ہوٹو، مشرقی ہندستان میں ہوڈوڈو، جنوبی ہندستان میں چڈا گوڈو، نیپال میں کا پرڈی اور تمل ناڈو میں کبڈی یا ساڈگوڈو کے نام سے جانی جاتی ہے۔

کبڈی کھیل کو مہارہات میں بیان کیا گیا ہے، جو ایک ہندو مہا کاویہ ہے جو دو ہزار سال پہلے لکھا گیا تھا، یہاں تک کہ بدھ ادب میں اس کھیل کا ذکر کیا ہے کیونکہ یہ بظاہر ایک کھیل تھا جو گوتم بدھ نے اپنے ابتدائی سالوں میں اپنے دوستوں کے ساتھ کھیلا تھا۔ کبڈی ہندستان کا سب سے مشہور دیسی کھیل ہے۔ یہ ایک بیرونی رابطہ کھیل ہے جو دو ٹیموں کے درمیان کھیلا جاتا ہے۔ ہر ٹیم میں بارہ کھلاڑی ہوتے ہیں، لیکن ان میں سے صرف سات کھلاڑی میدان میں کھیلتے ہیں۔ باقی

## مرغن غذا کم کھائیں اپنے بالوں کو بچائیں

میدیکل ایجنڈ ڈنٹل یونیورسٹی (ٹی ایم ڈی یو) نے چوہوں پر کچھ تجربات کیے ہیں۔ ان کی تحقیق سے ثابت ہے کہ چکنائیوں سے بھرپور غذا میں یا پھر جینیاتی طور پر لایا گیا موٹا بالوں کو دیرے دیرے باریک کرتا ہے۔ لحمیات بھری غذاؤں سے بالوں کو اگانے والے انتہائی بنیادی خلیات (اسٹیم سیل) کم ہونے شروع ہو جاتے ہیں جنہیں ایچ ایف

ہم جانتے ہیں کہ موٹا یا از خود کئی بیماریوں کا مجموعہ ہے جن میں امراضِ قلب، بلڈ پریشر اور ذیابیطس سرفہرست ہیں لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ مرغن غذا نہیں کھانے کی عادت نہ صرف آپ کو موٹا کرتی ہے بلکہ وہ بالوں کے لیے بھی نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ حال ہی میں ہفت روزہ سائنسی جریدے میں ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ اس میں ٹوکیو

سر کے بالوں کے گرنے سے مرد اور خواتین دونوں ہی پریشان رہتے ہیں۔ اپنے بالوں کو بچانے کے لیے اکثر افراد ویب سائٹس پر موجود معلومات تلاش کر رہے ہوتے ہیں یا پھر نانی اماں کے برسوں پرانے ٹوکوں کا سہارا لیتے ہیں۔ بالوں کا گرنا مردوں کے لیے بھی انتہائی پریشانی کا باعث ہے جتنا کہ خواتین کے لیے ہے۔ کبھی کبھار مردوں میں بیس اور تیس سال کی عمر کے بعد ہی بال اس تیزی سے گرنا شروع ہو جاتے ہیں کہ وہ کچن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر کرن کے مطابق پہلے پچاس اور ساٹھ سال کی عمر کے بعد مردوں میں کچن کی شکایت پائی جاتی تھی۔ انہوں نے مردوں میں بال گرنے کی چند وجوہات بتائی ہیں جن میں سے ایک غذا میں چکنائی کا زیادہ استعمال ہے۔ اس کے علاوہ کاربوہائیڈریٹس والی غذائیں زیادہ مقدار میں کھانے، پروٹین پاؤڈر کا استعمال، تھائی رائیڈ کا متاثر ہونا یا پھر وٹامن کی کمی بھی بال گرنے کا باعث بن سکتی ہے۔ ڈاکٹر کرن نے بالوں کے علاوہ جلد کی حفاظت کے لیے وٹامن سی کے استعمال کا مشورہ دیا ہے۔ وٹامن سی ایک طاقتور آکسیڈنٹ ہے جو جلد کو خراب ہونے اور چھائیاں پڑنے سے بچاتا ہے۔ ڈاکٹر کرن کا کہنا ہے کہ غذا میں وٹامن سی سے بھرپور کھانوں کا استعمال کرنا چاہیے اور وٹامن پیلیمنٹ بھی لینے چاہئیں۔

## کم عمر مردوں میں بال گرنے کی وجوہات

جن چوہوں کو چکنائی دی گئی تھی ان میں ایچ ایف ایس سی منفی طور پر تبدیل ہوئے اور تیزی سے ان کے بال گرنے لگے۔ ایک چوہے کو مسلسل چار روز تک چکنائی والی خوراک دی گئی تو ان میں اسٹیم سیل کمزور ہوتے چلے گئے۔ دوسری جانب ان میں آکسیڈینو اسٹریس بڑھ گیا جو بالوں کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ □□

## بقیہ — کہیں دیر نہ ہو جائے ....

پروفیشنل پوموڈورو ہے، پوموڈورو اطالوی زبان میں ٹماٹر کے معنی میں آتا ہے، چونکہ سیریلو نے پہلے اسے ٹماٹر سے ملتی جلتی گھڑی کے طور پر پیش کیا تھا، اس لیے اس کا نام پوموڈورو رکھا گیا، اس فارمولے کے مطابق تاجیر اور ٹال مٹول کی عادت کو چار مرحلوں میں دور کیا جاسکتا ہے، پہلے ایک کام طے کیجئے، پچیس منٹ تک مسلسل اس کام کو کرتے رہیے۔ پچیس منٹ کے بعد پانچ منٹ آرام فرمائیے، اس طرح چار پوموڈورو مکمل کر کے تیس منٹ کا وقفہ لیجئے، لیکن ضروری ہے کہ پچیس منٹ کا جو وقت آپ نے طے کیا ہے اس میں کوئی دوسرا کام نہ کریں حتیٰ کہ فون کا استعمال بھی نہ کریں، تب ٹال مٹول کی عادت آپ کی جانی رہے گی۔

جہاں تک مسلمانوں کا معاملہ ہے اسے وقت کی پابندی کے ساتھ نماز کا حکم دیا گیا ہے، ٹال مٹول کرنے والے اگر وقت کی پابندی کے ساتھ باجماعت نماز کا اہتمام کرنے لگیں اور اسے اپنی عملی زندگی میں داخل کر لیں تو کبھی نہ لیٹ ہوں گے اور نہ ہی ٹال مٹول کا مزاج بنے گا، نماز کی پابندی تکبیر اولیٰ اور جماعت کے ساتھ اس کی ادائیگی تاخیر کرنے والوں کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتی ہے، نماز کی پابندی عبادت ہی نہیں ہمیں تاخیر اور ٹال مٹول نہ کرنے کا سبق بھی دیتی ہے، کاش میری قوم اسے سمجھ پاتی۔ □□

## بقیہ — ملک و قوم کی تعمیر میں ....

طرح سے حق بجانب ہوگا کہ دینی اور آزاد مدارس میں قربانی و ایثار کا جذبہ عزیمت و عالی ہمتی اور بلند نگاہی پیدا کرنے کی زیادہ صلاحیت ہے اور ملک و قوم کو درپیش مصائب و خطرات کے موقع پر یہی جماعت (جوامعی ترقیات، معاشی آسودگی اور عزت و اقتدار کے حصول سے زیادہ آسانی سے صرف نظر کر سکتی ہے) زیادہ کام آنے والی ہے۔ اس کے ساتھ ضمناً اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علم و تحقیق کی آبرو، ذوق مطالعہ اور علم و تصنیف کی راہ میں خود فراموشی اور محنت کوئی انھیں عربی و دینی مدارس سے قائم ہے، ان میں سے ایک ایک آدمی نے اکہڈی کا کام کیا ہے، اس سلسلہ میں ان مصنفین کے تصنیفی کارناموں کا ذکر طوالت و ملال طبع کا باعث ہوگا۔ □□

## بقیہ — چار ہزار برس قدیم کھیل ....

ہندستان، پاکستان، کینیڈا، امریکہ، ایران، انگلینڈ، سری لنکا میں کھیلا جاتا ہے۔ ۲۰۱۰ء کے ورلڈ کپ کے بعد کبڈی بین الاقوامی کھیل بن گیا ہے۔ □□

## بقیہ — معاشی آسودگی ....

فکر نہیں کرنا چاہیے۔ یہ سرمایہ کاری آپ کو زیادہ ریٹرن کرے گی۔

**آمدنی کے نئے ذرائع:** آمدنی بڑھانے کے طریقوں کو دیکھنا، سمجھنا اور معلومات اکٹھی کرنے کی عادت اپنائیں، مثلاً آن لائن کچھ بنا کر بیچنا۔ اگر آپ کے پاس وقت نہیں تو اپنی ملازمت میں تنخواہ کو بڑھانے کے طریقے جائیں کہ تنخواہ میں اضافہ کیسے ممکن ہے۔ نئی صلاحیتوں اور تعلیم کو سیکھیں لیکن ٹاٹ کٹ اور غلط راستے سے دور رہیں۔

**اٹائے بڑھانے کی سرمایہ کاری:** آمدنی میں اضافے کے طریقوں کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ ہاتھ میں موجود دولت کو بڑھانے کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے۔

**خواہشات پر قابو پانا:** کسی چیز کو دلچسپ کر دل چل اٹھتا ہو تو یہ جان لو کہ یہ مارکیٹنگ کا کمال ہے۔ یہ بات آپ کو اپنی سوچ پر قابو پانے میں مدد دے گی۔ پہلے سے موجودہ اشیاء پر قناعت کرنا سیکھ لیں۔ کسی بھی غیر ضروری چیز پر پیسہ آپ کا ہی خرچ ہوتا ہے۔ □□

مٹول اور تاخیر اس لت میں مبتلا شخص کے نزدیک معیوب بھی نہ ہو، ایسے شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے مرحلہ میں اس بات کو مانے کہ اس کے اندر ٹال مٹول کی بری عادت موجود ہے، اس اقرار کے بعد جب بھی تاخیر سے کام کرنے یا ٹالنے کا خیال آئے، فوراً سر کو جھٹکے اور خود کلامی کے انداز میں کہے کہ مجھے اس کام کو ابھی کر لینا چاہیے کیونکہ یہ کام بہت اہم ہے، پھر مضبوط قوت ارادی کے ساتھ اس کام کو شروع کر دے، وقت کا انتظار نہ کرے، اس لیے کہ گیارہ وقت پھر ہاتھ نہیں آتا، اگر آپ کا دماغ کہے کہ اسے ابھی سے کرنا ہے، اعلیٰ درجہ پر لے جانا ہے تو سمجھئے کہ ابھی ٹالنے کی عادت آپ سے رخصت نہیں ہوئی ہے، ایسے موقع سے آپ سوچئے کہ کام نہ ہونے سے بہتر ہے کہ کچھ ہو جائے، آپ کی یہ سوچ آپ کو کام کے لیے تیار کرے گی اور ہو سکتا ہے کہ آپ اس کو اچھے انداز میں بھی کر گذریں۔

ایک جائزہ کے مطابق دنیا کے تقریباً ۹۵ فی صد لوگ ٹال مٹول اور تاخیر والے رویہ کے شکار ہیں، یہ ایک ایسی عادت ہے جس نے مرض کی شکل اختیار کر لی ہے، ہمیں اس مرض سے ہر حال میں نجات پانا چاہیے، نجات پانے کے طریقوں پر اور روشنی ڈالی گئی ہے، اس کے علاوہ ایک طریقہ فرانسویسیریلو نے پیش کیا ہے، اس کا اصطلاحی نام

ہیں، ایسے میں آپ کا وقت برباد ہوتا ہے اور آپ بغیر کسی مطلب کے اپنے کو مشغول دکھنا چاہتے ہیں، انگریزی میں اس صورتحال کو بزی فار تھنگ (Busy for Nothing) سے تعبیر کرتے ہیں، اگر آپ کو وقت پر کام کرنے کی عادت نہیں ہے تو آپ ہمیشہ بھاگتے نظر آئیں گے، کام کا خیال آپ پر غالب آئے گا، لیکن تاخیر کی وجہ سے خوف کی نفسیات آپ پر غالب آ جائے گی اور آپ کسی کام کو اپنے ہاتھ میں لینے سے گھبرائیں گے اور ٹالنے کے لیے سینکڑوں بہانے خود سے تخلیق کر ڈالیں گے، طویل عرصہ تک اگر آپ ایسا کرتے رہے تو آپ کی ہمت پست ہو جائے گی اور دھیرے دھیرے آپ کی توانائی اور کام کرنے کی صلاحیت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ تناؤ، فکر، اوقات ارادی میں کمی آپ کی زندگی کا مقدر ہو جائے گی۔ ٹال مٹول اور کامیابی کو عام طور سے لوگ ایک ہی سمجھتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، ٹال مٹول میں آپ ضروری کام کو چھوڑ کر غیر ضروری کام میں مشغول ہو جاتے ہیں، جبکہ کامیابی اور سستی میں ایسا نہیں ہوتا، سستی میں آدمی کسی کام کے کرنے سے گھبراتا ہے، وہ کام کو ٹالتا نہیں، بلکہ اس میں کام کرنے کی خواہش ہی نہیں ہوتی، مقصد ٹالنا نہیں کام سے گریز کرنا ہوتا ہے۔ ٹال مٹول کی بری عادت کا خاتمہ ایک دن میں نہیں ہو سکتا، خصوصاً اس شکل میں جب ٹال

آبادی، مولوی عبدالرحیم صادق پوری اور مولوی محمد جعفر تھانیسری کو انڈمان روانہ کر دیا گیا۔ مولانا بیگم علی اور مولانا احمد اللہ کا انڈمان میں انتقال ہو گیا اور مولوی محمد جعفر اٹھارہ سال کی قید با مشقت اور جلاوطنی کے بعد اپنے وطن واپس ہوئے۔ ان کے علاوہ دوسرے ممتاز اور حلیل القدر علماء کو بھی انڈمان میں جلاوطنی کی سزا دی گئی جن میں مولانا فضل حق خیر آبادی اور مفتی عنایت احمد کاکوروی اور مفتی مظہر کریم کے نام قابل ذکر ہیں۔ مولانا فضل حق خیر آبادی کا وہیں انتقال ہوا اور بقیہ دو عالم طویل عرصہ کے بعد وطن واپس ہوئے، پھر جب ہندستان میں تحریک خلافت اور اس کے ساتھ آزادی ہند کی تحریک شروع ہوئی تو اس میں بھی علماء پیش پیش تھے، اس طویل و نورانی فہرست میں یہاں صرف شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا

سامنے پیش کیا گیا تھا لیکن بعد میں اسے اس صف سے نکال دیا گیا۔ اولپکس مقابلوں میں کسی بھی کھیل کی شمولیت کے لیے چاروں براعظموں کے ۵۷ ممالک کی اولپکس تنظیموں پر مشتمل اولپک ایسوسی ایشن ضروری ہے، جبکہ اب تک یہ کھیل صرف ۲۶ ممالک میں فروغ پا سکا، جن کی ۳۱ تنظیمیں کبڈی کی عالمی فیڈریشن کا حصہ ہیں۔ ۲۰۱۲ء میں ورلڈ کبڈی لیگ کا قیام عمل میں آیا جس میں چار ممالک کی آٹھ ٹیموں نے شمولیت اختیار کی۔ ان ممالک میں پاکستان، کینیڈا، برطانیہ اور امریکہ شامل ہیں۔ اس لیگ کا افتتاحی میچ ۲۰۰۴ء میں کھیلا گیا جس میں برطانیہ کی یونائیٹڈ سٹکھ نے فتح حاصل کی۔ کبڈی کی تاریخ کے پہلے عالمی کپ کا انعقاد سیمپلٹن میں ہوا جس میں ہندستان، پاکستان، برطانیہ، کینیڈا اور امریکہ کی ٹیموں نے حصہ لیا۔ اس میچ کو تقریباً چودہ ہزار تماشاخیوں نے دیکھا۔

۱۹۹۰ء سے ۲۰۱۲ء تک ہونے والے ایشین گیمز کے کبڈی کے تمام مقابلوں کی چیمپئن شپ ہندستان نے ہی جیتی۔ کبڈی کے کھیل میں خواتین نے بھی نمایاں مقام بنایا۔ اس میں بھی ہندستان کو سبقت حاصل ہے۔ ۲۰۱۲ء میں کبڈی کے پہلے خواتین عالمی کپ کا انعقاد پٹنہ میں ہوا جس میں ہندستان نے ایران کو شکست دے کر مدعوہ چیمپئن شپ جیت لی۔ کبڈی کا آخری ورلڈ کپ فروری

## بقیہ — تجزیہ

کیا جائے، یعنی اگر بیان مکمل ہونے کے بعد جرح اس دن مکمل نہ ہو سکے تو اگلے ہی دن جرح کے لیے تاریخ مقرر کی جائے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مبینوں کی طویل مدتی تاریخیں ملتی ہیں اور ملزمین اپنے مقدمات کی تاریخوں کے انتظار میں جیل میں بند رہتے ہیں۔ عدالتوں میں زیر التوا مقدمات کی تعداد دن بہ دن بڑھتی جا رہی ہے، اس وقت ہمارے ملک کی عدالتوں میں تقریباً دو کروڑ ۵۷ لاکھ کریمنل مقدمات زیر التوا ہیں۔ نیشنل کرائم ریکارڈس بیورو (این سی آر بی) نے ۲۰۱۹ء کے اعداد و شمار پیش کیے ہیں جن کے مطابق ہمارے ملک کی ۱۲۰۰ جیلوں میں کل چار لاکھ ۸۷ ہزار بند قیدیوں میں ۷۰ فیصد قیدی وہ ہیں جن کے مقدمات ابھی زیر التوا ہیں جبکہ صرف ۳۰ فیصد قیدی سزایافتہ ہیں۔ یہ اعداد و شمار ہمارے نظام عدلیہ اور دستوری حکومت دونوں کے سامنے بہت سے سوالات کھڑے کرتے ہیں، کیا عوام کی منتخب کردہ حکومتیں عوامی مسائل کو حل کرنے میں سنجیدہ ہیں؟ کیا دستوری حقوق کے تحفظ کا ذمہ دار دوسرے پرست سپریم کورٹ ملک میں رائج نظام عدلیہ کی کارکردگی کو بہتر بنانے اور دستوری حقوق کو یقینی بنانے کے لیے کوئی عملی قدم اٹھائے گا؟

## بقیہ : درجے

کیا ہے جہاں انھوں نے ان تعمیرات کا بغور مشاہدہ کیا۔ کہیں سمندر میں لاکھوں ٹن ریت انڈیل کر دیو قامت مصنوعی جزیرہ نما بنایا گیا تو کہیں فوجی اور سیاسی طاقت کے اظہار کے لیے ٹنگرہٹ سے بھری ایسی بد شکل جزیرہ نما چٹانیں کھڑی کر دی گئیں جنہیں دیکھ کر انگریزی ناول کا کردار فینکڈ ٹائن یاد آ جاتا ہے۔ دنیا بھر کے سمندروں میں تیل کی دریافت اور کھدائی کے کنوین ان کے علاوہ ہیں۔ ان مصنوعی تعمیرات کے سبب یہاں سمندری اور نباتاتی زندگی معدوم ہو جاتی ہے۔ ان میں سے اکثر کو قدرتی طور پر اصل حالت میں آنے میں بہت وقت درکار ہوتا ہے، لیکن ان انسانی مصنوعی جزائر کے نیچے حیاتیات کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ الیسٹر بوینٹ لکھتے ہیں کہ زیادہ تر مصنوعی جزائر ڈیڈ زون بن جاتے ہیں۔ ان کو دوبارہ زندہ کرنا بہت مشکل کام ہے۔ ان کے مطابق جنوبی چین کے سمندر میں موجود قدیم اور اچھوتے پتھر پر لے ساحل مسخ کیے جا چکے ہیں اور ان کی سطح ٹنگرہٹ سے بھری جا چکی ہے۔ تمام تر خدشات کے باوجود الیسٹر بوینٹ نے ان مصنوعی جزائر کی تعمیر کے پیچھے چھپے عوامل کا جائزہ لینے اور ان کے سمجھنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

آپ ان کو پسند کریں یا ناپسند، اس بات میں کوئی دورائے نہیں کہ یہ مصنوعی جزائر آنے والی نسلوں کے لیے انسانی دنیا کے اس دور کی نشانی ثابت ہوں گے جس میں تعمیر اور ترقی کی دوڑ نے ارضیات اور ماحولیات پر منفی اثرات مرتب کرنا شروع کر دیئے۔ عہد جزائر کو بہتر انداز میں سمجھنے کے لیے آپ مندرجہ ذیل چند ایسی تصاویر کا جائزہ لے سکتے ہیں جو مصنوعی جزائر کی متاثر کن عکاسی کرتی ہیں۔ یہ تصاویر دنیا کے مختلف حصوں میں جزائر کی تعمیر کی نشاندہی کرتی ہیں جن میں امریکہ، برطانیہ، ایشیا کے سمندر اور جاپانی ممالک شامل ہیں۔ امریکی شہر میامی کے ساحل پر ۲۰ ویں صدی کے آغاز میں اس وقت چھ مصنوعی جزائر پر پراپرٹی کی خرید و فروخت شروع ہو چکی تھی جب بھی یہ جزائر سطح سمندر سے بھی نیچے تھے۔ دہی کے مصنوعی جزیرے ’دی پام‘ کی تعمیر میں ۱۲۰ ملین کیوبک میٹر ریت استعمال ہوئی۔ امریکی شہر کیلیفورنیا میں بیلبو آئی لینڈ ایسی کبیلی ساحلی مٹی پر بنایا گیا تھا جس کے رہائشیوں کو کئی سال تک مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت کیلی فورنیا کے بیلبو آئی لینڈ کا شمار انتہائی مہنگے علاقوں میں ہوتا ہے جہاں تین ہزار افراد رہائش پذیر ہیں۔ تیل کی کھدائی کے سمندری کنوین بظاہر تو مصنوعی جزیرے کی شرط پر پورے نہیں اترتے لیکن سطح سمندری تہہ کو چھوتی یہ طویل القامت عمارتیں کئی بلند و بالا اسکائی اسکرپرز سے زیادہ لمبائی رکھتی ہیں۔ اسکاٹ لینڈ کے ایک ساحلی گاؤں سے دیکھ کر اس تیل کی کھدائی کے کنوین پر کسی خلائی مخلوق کا گمان ہوتا ہے۔ مصنوعی جزائر کا مستقبل کیا ہوگا؟ جنوبی چین کے سمندر میں سوئی ریف سے کچھ حد تک اندازہ لگایا جاسکتا ہے جہاں چین نے بہت بڑی سطح پر مصنوعی جزائر بنانے کا آغاز کیا ہوا ہے۔ یہ مصنوعی جزائر چین کو اپنی جغرافیائی اور سیاسی طاقت دکھانے کے ساتھ ساتھ تیل تک رسائی میں بھی مدد دے رہے ہیں۔

## بقیہ — دریچہ پاکستان

موجود ایسے کارندوں کی نشاندہی کیلئے جو نظام تعلیم کو تباہ و برباد کرنے پر معمول کئے گئے ہیں اندر سے ہی طالب علم تعینات کئے جائیں۔ پھر ذرائع آمد و رفت کے معاملات کو لیا جائے جس میں سب سے پہلے طے شدہ عمر سے کم کسی بھی فرد کو کسی بھی قسم کی گاڑی چلانے کی سخت پابندی ہونی چاہئے۔

اس وقت کراچی سے محبت کا تقاضا ہے کہ جماعت اسلامی کراچی کے بحالی محاذ پر جم کر بیٹھ تو گئی ہے لیکن اس محاذ کو غیر جماعتی سطح پر اٹھائے تاکہ دیگر جماعتوں سے تعلق رکھنے والے کراچی کے شہری اس حمایت کیلئے باہر نکلیں۔ وقت کا اولین تقاضا ہے کہ جماعت اسلامی کراچی کی نمائندہ جماعتوں کو باقاعدہ شمولیت کی دعوت دیں بھول جائیں کیا ہوتا رہا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہم کب تک کراچی بلکہ پاکستان کو ذاتی مفادات کی سیاست کی بھیجٹ چڑھاتے رہیں گے۔ آئیں مل جل کر کراچی کی روشنیوں کا بحال کریں آئیں مل جل کر پاکستان کے جھنڈے کے نیچے بیٹھ کر کراچی کی بحالی کا محاذ سچائیں تاکہ وہ تمام عوامل جو انفرادی جماعت سے قطعی خوفزدہ نہیں ہوتے، اجتماعیت سے ان کے اعوان کے پائے مل جائیں گے انہیں گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے اور انہیں من مانے قوانین قلعہ دم قرار دینے پڑیں گے۔ فیصلہ ہم نے ہی کرنا اور نہ ہماری تباہی کا فیصلہ تو ہو ہی چکا ہے۔

## دنیا کا عظیم ترین

## سکندر اعظم بھارت میں طاقت کا کپسول

نیا بھروسہ ایک ہی کپیپسول سے زبردست طاقت و جسمانی کمزوری دور کریں میڈیکل اسٹور سے خریدیں یا فون کریں:

09212358677, 09015270020

## مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

## ہفت روزہ الجمعیت نئی دہلی کا امیر الہند رابع نمبر

سات مہینے کے طویل انتظار کے بعد وہ خصوصی شمارہ منظر عام پر آ ہی گیا جس کا ہم سب کو انتظار تھا۔ آپ سب کو یاد ہو کہ ۲۱ مئی ۲۰۲۱ء بروز جمعہ دیوبند میں ایک جنازہ اٹھا تھا، ایک عاشق کا جنازہ ایک بڑے عالم کا جنازہ ایک جانباز اور مرقدہ کا جنازہ جی ہاں امت مسلمہ کے محبوب رہنما کا جنازہ امیر الہند رابع مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری نور اللہ مرقدہ صدر جمعیت علماء ہند استاد حدیث و معاون دارالعلوم دیوبند کا جنازہ اٹھا تھا۔ یاد رکھیں کہ وفات کی تاریخ ۸/شوال المکرم ۱۴۴۳ھ بمطابق ۲۱ مئی ۲۰۲۱ء ہے۔ غم سے بے حال صدمے سے نڈھال ساتھیوں نے بالخصوص جمعیت علماء ہند نے اعلان کیا تھا کہ حضرت کی حالات زندگی اور کارنامے جا گر کرنے کے لئے حضرت کے متعلق خصوصی شمارہ شائع کیا جائے گا، تب سے ہر خاص عام کو اس رسالے کا انتظار تھا، اس وقت جبکہ میں یہ الفاظ لکھ رہا ہوں وہ خصوصی شمارہ میرے سامنے ہے اور میری درخواست ہے کہ اس خصوصی شمارے کو خریدے اور حاصل کرے، اسے پڑھے، سمجھے، اپنے گھر کے کتب خانے اور الماری کو اس کے ذریعے سے برکت اور سعادت عطا کرے۔ ماشاء اللہ لکھنے والوں نے خوب لکھا ہے اور مولانا محمد سالم صاحب جامی اور ڈاکٹر مولانا عبدالملک رسول پوری صاحب نے خوب خوب محنت کی ہے۔ یہ خصوصی شمارہ آٹھ سو گیارہ صفحات پر مشتمل ہے جن میں حضرت کے بارے میں خصوصی پیغامات، خراج عقیدت، قیمتی خدمات، مرانی منظومات اور تاثرات و تبصرے ہیں۔ اس کتاب کو اول تا آخر دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قاری صاحب خوشبوؤں کی چادر اوڑھے دولہا بنے بیٹھے ہیں اور چاروں طرف علماء کا ہجوم ہے اور ہر کوئی ان پر پھول نچاؤ کر رہا ہے۔ ان شاء اللہ جب آپ یہ کتاب خرید کر پڑھنا شروع کریں گے تو کم و بیش آپ کو بھی یہی منظر محسوس ہوگا

اس خصوصی شمارے کے متعلق مضمون تحریر کرنے کے لئے پوری کتاب کا جائزہ لیا جو ہمارے مسلمان بھائی اور بہن اس کتاب کو پڑھیں گے وہ ان شاء اللہ بہت سے فائدے حاصل کریں گے جیسے:

- (۱) ایک کامیاب انسان کی کامیاب داستان پڑھنے کو ملے گی۔
- (۲) بڑے بڑے اکابرین کی تحریریں مطالعہ کے لئے ملے گی۔
- (۳) خدمت دین کے مختلف شعبوں کا تعارف ملے گا۔
- (۴) اپنی اولاد کی دینی تربیت کے طریقے اور راستے ملیں گے۔
- (۵) دین کے لئے محنت کرنے کا جہاد اور بہت پیدا ہوگی۔

ان شاء اللہ کتاب پڑھنے کے بعد آپ بیشمار فوائد محسوس فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب کی مغفرت فرمائے خدمات کو قبول فرمائے درجات بلند فرمائے۔ ہم نااہل لوگوں کو آپ کی صفات اپنانے کی اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثمر آمین یارب العالمین۔

محمد اقبال دامپور چنگی

## اچھے اور برے کی نہیں، اچھائی کی تلاش ہو

بعض خرابیاں اس بری طرح ہماری زندگی کا حصہ داخل ہیں کہ ان سے گلو خلاصی در دسر میں تبدیل ہو چکی ہے۔ بری عادتوں کی طرح برے خیالات بھی انسان کے لئے عذاب کی صورت ہوتے ہیں۔ منفی خیالات کے کطن سے ایسے عقائد جنم لیتے ہیں جو ذہن کو جامد کر دیتے ہیں۔ ہم بہت کچھ جانتے ہوئے بھی اصلاح احوال کے حوالے سے کچھ نہیں کر پاتے۔

اب یہی دیکھئے کہ دنیا میں کوئی ایک انسان بھی ہر اعتبار سے جامع نہیں، بے عیب نہیں، مگر پھر بھی ہم بے عیب انسان تلاش کرتے ہیں۔ ہر انسان کسی نہ کسی اعتبار سے ادھورا ہے۔ اس میں کوئی نہ کوئی خامی یا خرابی ضروری پائی جاتی ہے۔ یہ الگ بحث ہے کہ کسی بھی انسان میں خوبیوں اور خامیوں کا تناسب کیا ہے اور وہ بڑی حد تک دوسروں کے لئے کارآمد ہے یا نا کارہ۔

ہم زندگی بھر ایسے لوگوں کی تلاش میں رہتے ہیں، جن میں کوئی کھوٹ نہ پائی جائے، جبکہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ بھری دنیا میں کوئی ایک انسان بھی ایسا نہیں جس میں کوئی برائی نہ ہو۔ کیا سبب ہے کہ اس حوالے سے ہماری سوچ بدلنے کا نام نہیں لیتی؟ ہم اپنی خامیوں، کمزوریوں اور کوتاہیوں سے اچھی طرح واقف ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بھی بے عیب ثابت کرنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں؟ اتنے سے کتنے پر غور کرنے کی توفیق کیوں نصیب نہیں ہوتی کہ اگر کبھی بے عیب یا مکمل ہوتے تو کسی کو کسی کی ضرورت نہ ہوتی اور یوں دنیا کا کارخانہ بند ہو جاتا۔ ذرا سوچئے کہ اگر کبھی بے عیب اور اپنی اپنی ضرورت کے مطابق مکمل ہوں تو تعلقات کی نوعیت کیا رہ جائے گی؟ جب کسی کو کسی کی ضرورت ہی نہیں رہے گی تو دنیا کی ساری نیکی اور خوب صورتی دم توڑ دے گی۔ یہ بات سمجھنے کے لئے کسی کا آئینہ شائن ہونا ضروری نہیں کہ اس دنیا کی ساری رونق اس حقیقت کے دم سے ہے کہ کوئی بھی ہر اعتبار سے مکمل نہیں اور مختلف خامیوں اور کمزوریوں کے باعث ہی ہمیں ایک دوسرے سے مدد لینا پڑتی ہے۔ ایک دوسرے کا حاجت مند رہنا ہی وہ حقیقت ہے جس نے دنیا کی رنگینی کو برقرار رکھا ہے۔

ایک بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہم اوروں میں بہت کچھ تلاش کرتے ہیں، مگر وہی کچھ اپنے اندر پیدا کرنے اور پروان چڑھانے کی کوشش نہیں کرتے۔ ہم دوسروں میں بہت کچھ چاہتے ہیں تو دوسروں کو بھی تو ہم میں بہت کچھ درکار ہوگا۔ جو کچھ ہم دوسروں میں دیکھنا چاہتے ہیں، وہی کچھ دوسرے ہم میں دیکھنے کے خواہش مند ہوں گے۔ ہر انسان چاہتا ہے کہ اسے جو دوست ملے وہ ہر اعتبار سے مکمل شخصیت ہو۔ وہ اس کتنے پر بھی تو غور کرے کہ جو اس سے دوستی کرنا چاہے گا وہ بھی تو اس میں جہان بھری خوبیاں دیکھنے کا خواہش مند ہوگا۔ یہ معاملہ دو طرفہ ٹریفک جیسا ہے، یعنی تالی دو ہاتھوں سے جیتی ہے۔ کائنات کا نظام ہی کچھ ایسا ہے کہ کوئی بھی مکمل اور جامع نہ ہو۔ اگر ہر چیز اپنی جگہ جامع ہو تو جو کچھ بھی کائنات میں ہے، وہ ایک دوسرے سے یکسر بے تعلق سا ہو کر رہ جائے گا۔ کائنات کی نیکی اس حقیقت کے دم سے ہے کہ سب ایک دوسرے سے جڑے ہیں اور ایک دوسرے کے کسی نہ کسی حد تک ضرورت مند ہیں۔ لہذا بے عیب انسان نہیں اچھائی کی ہمیں تلاش ہونا چاہئے، جس میں جتنی اچھائی ہوا سے مانیں اور قدر کریں۔

عارف عزیز، بھوپال

## اجمیر میں عرس زائرین کے لیے جمعیت علماء ہند کا میڈیکل کیمپ شروع

صدر جمعیت مولانا محمود مدنی کی قیادت میں جمعیت علماء نے ہمیشہ ملی اتحاد کے لیے کام کیا ہے: عبدالواحد انگار درگاہ شریف جمعیت سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے مسلک خدمتِ خلق کی علم بردار تنظیم ہے: مولانا حکیم الدین قاسمی

مولانا مدنی کی خصوصیت رہی ہے کہ وہ ہمیشہ اتحاد ملت کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ مولانا حکیم الدین قاسمی نے اپنے خطاب میں کہا کہ خدمتِ خلق ہمیشہ جمعیت علماء ہند کا مشن رہا ہے، یہ وہی راہ عمل ہے جس کی تبلیغ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے کی تھی، جمعیت علماء ہند اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ اس بار جمعیت علماء میوات کی ٹیم بالخصوص مفتی محمد سلیم ساکرس ناظم جمعیت علماء میوات اور مفتی سلیم بنارس صدر جمعیت علماء گڑگاؤں، گوری بھائی درگاہ شریف، جناب منصور صاحب درگاہ اجمیر شریف، مولانا علیم الدین، حافظ بشیر احمد، مولانا ابوالحسن پالن پوری (آرگنائزرس جمعیت علماء ہند)، مولانا نعیم جامعہ معین الدین چشتی، مولانا زبیر ناظم مدرسہ رحمانیہ اجمیر، حافظ عبدالوہید، مولانا غیاث الدین ناظم مدرسہ فاطمہ للبنات کشن گڑھ، مولانا ایوب مہتمم مدرسہ اونڈا، مولانا عبدالخالق خانپور، یوسف بھائی گیرج والے، ڈاکٹر اسرار احمد، ڈاکٹر ندیم، ڈاکٹر عیاد بھی خاص طور سے شریک تھے۔ اس موقع پر اپنے خطاب میں سید واحد حسین چشتی انگار نے جمعیت علماء ہند کی ہمہ گیر خدمات کا اعتراف کیا اور میڈیکل کیمپ کے لیے صدر جمعیت علماء ہند حضرت مولانا محمود مدنی صاحب کی ستائش کی، انھوں نے کہا کہ ۲۰۱۶ء میں مولانا محمود مدنی صاحب یہاں آئے تھے انھوں نے کہا کہ ہم محبت حاصل کرنے آئے ہیں، یہ

قاسمی شریک ہوئے۔ اس کیمپ کا افتتاح جناب عادل زید صاحب نائب ناظم درگاہ شریف نے کیا، جناب محمد شاداب زید صاحب ناظم درگاہ اجمیر شریف نے اس کیمپ کا دورہ کیا۔ اس موقع پر مفتی سلیم ساکرس جنرل سیکریٹری جمعیت علماء میوات، مفتی سلیم بنارس صدر جمعیت علماء گڑگاؤں، گوری بھائی درگاہ شریف، جناب منصور صاحب درگاہ اجمیر شریف، مولانا علیم الدین، حافظ بشیر احمد، مولانا ابوالحسن پالن پوری (آرگنائزرس جمعیت علماء ہند)، مولانا نعیم جامعہ معین الدین چشتی، مولانا زبیر ناظم مدرسہ رحمانیہ اجمیر، حافظ عبدالوہید، مولانا غیاث الدین ناظم مدرسہ فاطمہ للبنات کشن گڑھ، مولانا ایوب مہتمم مدرسہ اونڈا، مولانا عبدالخالق خانپور، یوسف بھائی گیرج والے، ڈاکٹر اسرار احمد، ڈاکٹر ندیم، ڈاکٹر عیاد بھی خاص طور سے شریک تھے۔ اس موقع پر اپنے خطاب میں سید واحد حسین چشتی انگار نے جمعیت علماء ہند کی ہمہ گیر خدمات کا اعتراف کیا اور میڈیکل کیمپ کے لیے صدر جمعیت علماء ہند حضرت مولانا محمود مدنی صاحب کی ستائش کی، انھوں نے کہا کہ ۲۰۱۶ء میں مولانا محمود مدنی صاحب یہاں آئے تھے انھوں نے کہا کہ ہم محبت حاصل کرنے آئے ہیں، یہ

نئی دہلی راجمیر شریف ۳ فروری ۲۰۲۲ء: آج یہاں خواجہ کی گری اجمیر شریف میں جمعیت علماء ہند کے زیر اہتمام میڈیکل کیمپ کا افتتاح عمل میں آیا جو آٹھ سو دسویں عرس کے دوران زائرین کے لیے مفت طبی خدمت پیش کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی جمعیت علماء ہند جو سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے مسلک خدمتِ خلق کی علم بردار تنظیم ہے، اس کے کارکنان نے کائیڈ و شرام انتھلی میں آج سے طبی سہولتیں شروع کر دی۔ یہ جمعیت علماء ہند کی قدیم روایت رہی ہے کہ وہ عرس کے موقع پر آنے والے زائرین کی طبی خدمت کرتی ہے۔ ۲۰۱۶ء میں اجمیر شریف میں جمعیت علماء ہند کا ۳۳واں اجلاس عام ہوا تھا، اس کے بعد جمعیت علماء ہند کے موجودہ صدر مولانا محمود اسعد مدنی کی سرپرستی میں اس سلسلے کو دوبارہ شروع کیا گیا جو گزشتہ سات سالوں سے دونوں عرس کے موقع پر لگاتار کام کر رہا ہے۔ کیمپ کی افتتاحی تقریب آج اجمیر شریف میں منعقد ہوئی، جس کی صدارت جناب عبدالواحد صاحب انگار سیکریٹری انجمن سید زادگان درگاہ شریف نے کی، اس موقع پر مہمان خصوصی کے طور پر جمعیت علماء ہند کے جنرل سیکریٹری مولانا حکیم الدین

## تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر تاریخی علمی دستاویز احتساب قادیانیت کا سیٹ منظر عام پر

عبدالقدیر صاحب امر وی، مولانا عبدالوہاب صاحب رامپوری، متکلم اسلام مولانا محمد مسلم عثمانی صاحب دیوبندی، کی تمام تصنیفات۔ مولانا محمد مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری سابق ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند کی تمام تصنیفات شامل ہیں۔ سیٹ میں شامل بیشتر کتابیں عرصہ دراز کے بعد ہندوستان میں دیوبند سے پہلی مرتبہ شائع ہوئی ہیں۔ مولانا عبیدالقبال عاصم قاسمی نے اس تاریخی و دستاویزی کام پر مولانا گورکھپوری کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ موصوف ایسے حضرات کی علمی و عملی خدمات کو منظر عام پر لائے ہیں جن کو گردش ایام نے ان کے عزیزوں کے بھی دل و دماغ سے محو کر دیا تھا انہی میں سے ایک مولانا محمد مسلم عثمانی صاحب ہیں جو مجلہ قاضی دیوبند کے باشندے شیخ محمد اکرام کے لائق و ہونہا فرزند تھے ۱۹۱۶ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے فراغت کے بعد پہلے انبالہ کے مدرسہ میں صدر مدرس رہے اسکے بعد لاکل پور چلے گئے تھے جو موجودہ پاکستان میں

دیوبند، ۳۱ جنوری ۲۰۲۲ء: مرکز التراث الاسلامی کے آفس واقع محلہ خاٹقاہ دیوبند میں مرکز کے زیر اہتمام احتساب قادیانیت سیٹ کی پانچ جلدوں کا رسم اجرا ایک سادہ سی تقریب میں عمل میں آیا۔ اور مرکز تراث الاسلامی کے سرپرست مولانا شاہ عالم گورکھپوری کے بدست ممبران میں سیٹ تقسیم کیے گئے۔ اس سیٹ کی فراہمی کے لیے ممبر سازی پہلے سے کی گئی تھی، جنھوں نے یہ سیٹ حاصل کیے۔ اس سیٹ کی کل ۸۰ جلدیں ہیں جو قسطوار شائع ہوتی رہیں گی۔

مولانا گورکھپوری نے بتایا کہ سیٹ میں، جتہ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا احمد حسن محدث امر وی، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، ولی کامل جیر مہر علی شاہ گولڑوی، مفتی اعظم ہند مفتی محمد کفایت اللہ بلوی، مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا عبدالسیح انصاری دیوبندی، مولانا اعجاز علی امر وی، مولانا

## دفتر جمعیت علماء آندھرا تلنگانہ میں یوم جمہوریہ کے موقع پر چم کشائی

عزیز کی آزادی ہمارے اکابر کی مرہون منت ہے۔ ہمیں جمہوری اور سیکولر نظام حکومت کی قدر کرنی چاہئے، اسی دستور و نظام کے تحت ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کو خود مختاری حاصل ہے، آئینی مذہبی آزادی بھی اسی جمہوری نظام کے تحت آتی ہے، اسی لئے جمہوریت کی بقاء اور تحفظ کے لئے مدبرانہ اور موثر اقدام ضروری ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایک خاص نا عاقبت اندیش و فکر مسلمانوں کی مذہبی آزادی اور جمہوریت کے خلاف ہے اور اس نظام کو سبوتاژ کر دینا چاہتی ہیں، اس لئے عہد حاضر میں اس بات کی ضرورت چند ہوگئی کہ تمام مہاجن وطن بالخصوص علماء کرام اور ارباب مدارس جمہوری نظام کے تحفظ کے لئے پیش رفت کریں اور حکمت عملی تیار کریں، کیونکہ جب بھی ضرورت پڑی ہمیشہ اس ملک کو طوفانی موجوں اور نفرت و تعصب کے ایلٹے شراروں کو علماء کرام اور مسلم عوام نے سب سے آگے بڑھ کر ٹھنڈا کیا ہے اور ہندوستان کو حسین و جمیل بنانے اور دنیا میں اس کا نام روشن کرنے کے لیے اہم کردار ادا کیا ہے، تمام انصاف پسند تاریخ داں اس بات کے معترف

حیدر آباد، ۲۶ جنوری ۲۰۲۲ء: ۳۷ ویں یوم جمہوریہ کے موقع پر ریاستی دفتر جمعیت علماء تلنگانہ و آندھرا پردیش مسجد زم زم، باغ غنیمت حیدر آباد بدست حافظ پیر خلیق احمد صابر جمعیت علماء تلنگانہ و آندھرا پردیش پرچم کشائی انجام دی گئی، انہوں نے یوم جمہوریہ کی موقع پر تمام ہندوستانیوں کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کے تاریخی اوراق ہندوستانی مسلمانوں کی قربانیوں سے بھرے ہوئے ہیں، ۳۵۰ سالہ قربانیوں کے بعد یہ اس ملک کو جمہوری بنا دیا گیا ہے، حقائق سامنے رکھ کر اگر دیکھا جائے تو مسلمان وہ قوم ہے جس نے ہر موڑ پر اپنا وطن کے ساتھ ساتھ بڑھاتے ہوئے ہندوستان کو انگریزوں کے چنگل سے نکال کر اس ملک کو جمہوری ملک بنایا، اور اس ملک کو جمہوری بنانے میں مولانا حفیظ الرحمن سیوہاوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، مولانا کفایت اللہ بلوی، حضرت مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا فضل الحق خیر آبادی اور گاندھی اور دیگر ہندو، مسلم، سکھ، عیسائیوں نے بہت بڑا رول ادا کیا۔ جنرل سیکریٹری جمعیت علماء نے کہا کہ ملک

# ملت زبوں حالی کا شکار کیوں؟ • برطانوی عوام بن رہے ہیں کام چور

## سیکولرزم ہے ہندوستان کی واقعی ضرورت

مذہب، سینکڑوں زبانیں اور رسم و رواج بھی پائے جاتے ہیں جو سب ہندوستانی ہیں اور انہیں کی پیداوار ہیں، اسی کو ہم کثرت میں وحدت کہتے ہیں اور ہندوستان کی یہ رنگارنگی ہی اس کی قومیت کی خصوصیت اور قوس فزح ہے مگر ہندوؤں کا نعرہ بلند کرنے والی جماعتوں کا نظریہ دوسرا ہے وہ صرف ہندو رسم و رواج اور عقائد کو بھارتیہ فخر مانتے ہیں اور اپنے نام نہاد سیکولرزم کے وسیلے سے اس کو سب برتھ دینا چاہتے ہیں، اس لئے اس کی طرف سے اقلیتوں کے پرسنل لای مخالفت کی جاتی رہی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام ہندوؤں کا فخر بھی ایک نہیں ہے۔ شمالی ہند کے ہندوؤں کا فخر جنوبی ہند اور مشرقی ہندوستان کے ہندوؤں کی تہذیب سے بہت کچھ جدا ہے۔ یوں دیکھا جائے تو کیا ہندو، کیا مسلمان، کیا سکھ اور کیا عیسائی سب کے کچھ ہیں متعدد باتیں ہیں اور اسی طرح ایک ملاحظہ رنگ رنگا کچھ بنتا ہے جو ہمارے عظیم ملک کی شان اور رونق ہے، قدرت کا یہی فیصلہ ہے کہ اس ملک میں نہ ایک زبان ہوگی نہ تہذیب کی ایک رنگ، جدا جدا بولیوں اور علاحدہ کچھوں میں یکسانیت کی جو جھلک پائی جاتی ہے وہ راضی، خوشی اور محبت کی دین ہے جس میں ایک طرح کے کچھ کی بات کہہ کر رخنہ ڈالا جا رہا ہے۔

اسی طرح ملک کے موجودہ سیکولرزم کو فرقہ پرستوں کی طرف سے اقلیتوں کی منہ بھرائی یا چالوئی سے تعبیر کرنا بھی اکثریت کے ذہنوں کو مغالطہ دیکر مسموم بنانے کی ایک حکمت عملی ہے جبکہ اقلیتوں کی طرف سے مسلسل یہ شکایت کی جا رہی ہے کہ ان کے ساتھ کسی سطح پر بھی مساویانہ سلوک نہیں کیا جا رہا، روٹی روزی کے دروازے بند ہو رہے ہیں، فسادات کر کے چھینے کے حق سے محروم کیا جا رہا ہے، ان کی عبادت گاہیں محفوظ نہیں، آزادی سے ملنے کی نوکریوں میں ان کا تناسب ۲۸ء۸۱ فیصدی سے گھٹ کر ۲۲ء۲۲ فیصدہ گیا ہے کیا اسی روئے نام اقلیت نوازی ہے۔ سیاسی مقصد براری اور اقلیتی ووٹ بٹورنے کی غرض سے اگر کسی موقع پر تھوڑے بہت اعلانات ہو جاتے ہیں تو وہ عملی جامہ بھی پہنتے ہیں یا نہیں یہ دیکھنے بغیر سیکولرزم کو اقلیت نوازی قرار دینا ایک لغو بات ہے۔ پھر بھی سیکولرزم ہندوستان کی ایک واقعی ضرورت ہے جس کو مٹانا ہندوستان کو مٹانے کے مترادف ہوگا، اسی طرح ملاوٹی سیکولرزم سے کسی کا بھلا ہونے والا نہیں فرقہ پرست جماعتیں جس نئے قسم کے سیکولرزم کی وکالت کرتی رہی ہے اس میں اقلیتوں کا تشخص ختم کر کے ان پر اپنا ایک خاص کچھ مسلط کرنا اور انہیں دوسرے درجہ کا شہری بنانا ہے اس سے نہ صرف سیکولرزم برباد ہوگا بلکہ ملک بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ □□

ماہر سائنس کوک نے بتایا کہ مفت خوری برطانوی شہریوں کی عادت اور کابلی و کام چوری ان کی پہچان بن چکی ہے۔ مفت کا اخبار پڑھنا، حکومتی الاؤنسز پر گزارا کرنا اور بچے ہونے کی صورت میں سرکاری مراعات کے لئے لائن میں لگنا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ سائنس کوک کے بقول سارا قصور برٹش ویلفیئر سسٹم کا ہے جو ایسے نااہلوں کو پال رہا ہے۔ دلچسپ سروے رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ۲۵ سے ۶۳ برس کی عمر کے دس لاکھ افراد ایسے ہیں، جنہوں نے بھی روزگار کے لئے اپلائی ہی نہیں کیا، حتیٰ کہ ان کے لئے سرکاری عینشن بھی جاری کر دی گئی۔ جبکہ اٹھارہ برس سے چوبیس برس کے ایسے نو جوانوں کی تعداد ۱۳ لاکھ ہے، جو ملازمت کے لئے جانا یا محنت مزدوری کرنا نہیں چاہتے۔ اس کا علاج یہی ہے کہ برطانیہ کی حکومت اپنے ملک کی فلاحی اسکیموں پر نظر ثانی کرے۔

### سیکولرزم ہے ہندوستان کی واقعی ضرورت

ہندوؤں کی علمبردار ملک کی فرقہ پرست جماعتیں عرصہ سے سیکولرزم کی من مانی تشریح کرتی رہی ہیں، بنیادی طور پر یہ سب پارٹیاں سیکولرزم کی دین ہیں مگر عوامی نمائندگی قانون میں ۱۹۸۹ء سے یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ جب تک کوئی جماعت دستور ہند، جمہوریت اور سیکولرزم سے اپنی عقیدت کا اظہار نہ کرے اس وقت تک ایشین کمیشن میں اس کا رجسٹریشن کر کے انتخابی نشان نہ دیا جائے اس مجبوری کے باعث بھارتیہ جنتا پارٹی ہو یا بعض دوسری پارٹیاں خود کو سیکولر کہتی ہیں مگر ان کا سیکولرزم دنیا سے نالا ہے جس میں سبھی مذاہب اور ان کو ماننے والے فرقوں کو برابری کے حقوق حاصل نہیں بلکہ وہ اکثریت کی تانناشاہی کی حمایت کرتا ہے۔ اسی طرح بھارتیہ جنتا پارٹی کے سیکولر نظام میں رنگ برنگے کچھ اور تہذیبوں کے پھلنے پھولنے کی گنجائش نہیں وہ تو ایک دیش، ایک قوم اور ایک کچھ پر زور دیتا ہے حالانکہ ہندوستان میں دیش اور قوم تو یقیناً ایک ہے اور رہے گا مگر یہاں بہت سے

لاکھ سے زیادہ برطانوی شہری ایسے ہیں جو شادی شدہ بھی ہیں لیکن کوئی کام کاج نہیں کرتے۔ برطانوی اخبار ”ڈیلی میل آن لائن“ کے میڈیکل رپورٹر بین اسپینسر نے بتایا ہے کہ تحقیق کے نتائج سے علم ہوا ہے کہ اس وقت برطانوی معاشرے کی ۵۰ فیصد آبادی کابل بھی ہے اور ورزش سمیت کسی بھی معاشرتی ایکٹیوٹی میں حصہ نہیں لیت۔ یہ لوگ انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن سے لطف اندوز ہونے کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں برطانوی طبی ادارے نیشنل ہیلتھ سروس نے بتایا کہ اس کے ماہرین نے ہر بالغ شہری کے لئے ہر ہفتے ایک سو پچاس منٹ کی ورزش، دوڑ یا جاگنگ اور سونمٹنگ کی سفارشات کی ہیں، لیکن اس کے باوجود برطانیہ کی نصف آبادی ورزش کرنے یا جاگنگ سے دور بھاگتی ہے، جس کے نتیجے میں انہیں شوگر اور عارضہ قلب سمیت دیگر بیماریاں لاحق ہونے لگی ہیں۔ برطانوی صحافی انیملی ڈیوس لکھتی ہیں کہ چالیس لاکھ سے زیادہ برطانوی نو جوان اور اچھڑ عمر افراد بھی حکومت کی امداد یا الاؤنسز پر ہی ملتے ہیں۔ خصوصاً شمالی برطانوی شہروں میں کام چوری کا رجحان بہت زیادہ ہے، جہاں کے بیشتر لوگ کوئی کام تلاش کرنے کے بجائے گھر پر آرام کرنا پسند کرتے ہیں، کیونکہ ان کا پیٹ بہر حال حکومتی الاؤنسز سے بھر ہی جاتا ہے۔ کام چوری اور گھر بیٹھ کر کھانے کی عادت پر تنقید کرنے والے برطانوی ماہر مینٹھو سنکیر کے مطابق وقت آچکا ہے کہ برطانوی ٹیکس ادا کرنے والوں کی رقم کو کام چوروں اور کابلوں کے ہاتھوں میں جانے سے روکا جائے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ برٹش ویلفیئر سسٹم میں اصلاحات کی جائیں اور صرف بوڑھوں، بیماروں، معذوروں اور دیگر مستحق افراد کو الاؤنسز دیئے جائیں۔ برطانوی اخبار ڈیلی سن کے مطابق کام چوری کے سبب برطانوی معاشرے میں سنگل مدرز کی تعداد میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے جو کام چور شہروں سے طلاق لے کر بچے خود پال رہی ہیں۔ ایک برطانوی سماجی

نو جوانوں کو روزگار کی فراہمی کے لئے ایک سے بڑھ کر ایک فیکٹریاں کھڑی ہو سکتی ہیں، ایک اندازہ کے مطابق صرف نئی دہلی کی ستر فیصد اراضی حکومت کے قبضہ میں ہے یہاں تک کہ وزیر اعظم کی رہائش گاہ مسلم وقف بورڈ کی زمین پر بنی ہے، نیشنل میوزیم کی تعمیر وقف کی اراضی پر ہوئی ہے اور نہ جانے کتنی تاریخی عمارتیں پہلے مسلم وقف کے نام درج تھیں، نئی دہلی کی تاریخی سرائے کالے خاں کے قریب سابق وزیر اعلیٰ شیل ڈکشت نے پانچ سال پہلے شہر کا سب سے بڑا مسیحی پارک بنوایا تھا، وہ مسلم قبرستان پر بنا ہے، اسی طرح دہلی میں اولیاء کرام کی درگاہوں کے ارد گرد متعدد زمینیں، درگاہوں سے وابستہ افراد کے زیر تصرف ہونے کی وجہ سے وقف نہیں لیکن آج ان پر قبضہ ہو چکے ہیں، ہندو انتہا پسند تنظیموں ہندو مہاسبھا اور وشو ہندو پریشد نے بھی مسلم وقف کی اربوں روپے مالیت کی املاک پر ناجائز قبضے کر رکھے ہیں، دوسری طرف مسلمان بے جا چارگی اور بے بسی کے عالم میں زندگی گزار رہے ہیں، کیونکہ ان کے اندر نہ تو حکومت سے لڑنے کی طاقت ہے، نہ فسطائی طاقتوں سے مقابلہ کی سکت ہے، صورت حال اتنی سنگین ہو چکی ہے کہ دارالحکومت کے بیشتر مقامات پر مسلمانوں کی بڑی آبادی ہے لیکن ان کے لئے اپنے مڑے دفنانے کی جگہ نہیں، شاہین باغ، ابوالفضل انکلیو اور مالویہ نگر کے مسلم علاقوں کے مسلمانوں کو مردوں کی تدفین کے لئے دور دور تک جانا پڑتا ہے۔

### برطانوی عوام بن رہے ہیں کام چور

برطانیہ میں کئے جانے والے حالیہ سروے کے نتائج سے علم ہوا ہے کہ برطانیہ میں بے روزگاری کے تناسب میں اگرچہ کافی کمی آئی ہے۔ لیکن پھر بھی برطانوی شہریوں نے کام چوری اور کابلی میں عالمی ریکارڈ بن ڈالا ہے، جس کا بنیادی سبب برطانوی حکومت کی فلاحی پالیسیاں اور بے روزگاروں کے لئے ہفتہ وار الاؤنسز ہیں۔ برطانوی میڈیا کے مطابق گزشتہ دس سال کا تجزیہ بتاتا ہے کہ چالیس

### ملت زبوں حالی کا شکار کیوں؟

سچر کمیشن کی رپورٹ میں وقفہ املاک کی مجموعی تعداد کو پانچ لاکھ کے قریب بتایا گیا ہے، یہ چھ لاکھ ایکڑ اراضی پر ملک بھر میں پھیلی ہوئی ہیں۔ جن کا مناسب تحفظ کر کے وقفین کی منشا کے مطابق کارگر استعمال ہو تو مسلم قوم کے تعلیمی، سماجی اور اقتصادی مسائل کا حل برآمد ہو سکتا ہے اور وہ ایک خوفناک قوم بن کر ابھر سکتی ہے، لیکن ہندوستانی مسلمان دوسرے معنوں میں بڑے بد نصیب ہیں کہ ایک لاکھ ۲۰ ہزار کروڑ روپے مالیت کی مذکورہ املاک میں سے بیشتر ناجائز قبضوں کی گرفت میں ہیں یا ان سے ہونے والی آمدنی نہایت حقیر ہے، لہذا نہ تو ملت کے لئے ان کا کج استعمال ہو رہا ہے، نہ جتنی آمدنی ان سے ہونا چاہئے، وہ ہوری ہے۔ ایسے معاملات بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں کہ وقفہ اراضی کا درست اندراج نہیں ہوا ہے، نہ ان کی دیکھ بھال کا معقول بندوبست ہے۔

ریاستی وقف بورڈ جن کے ذمہ وقفہ املاک کے انتظام و انصرام کا کام ہے، ان میں بھی ایسے عناصر اثر و نفوذ پا گئے ہیں جو خود بد عنوان ہوتے ہیں یا ذاتی مفادات کے لئے بد عنوانوں کی پشت پناہی کا کام انجام دیتے ہیں، وقف برابری کے بے جا استعمال سے خود مسلمان بھی مستحق نہیں بلکہ اغیار کے ساتھ وہ بھی انہیں تباہ و برباد کرنے میں پیش پیش ہیں، وقفہ املاک کے سب سے زیادہ بے جا استعمال کی ایک صورت ان برسرکاری قبضے ہیں، جس میں ریاستی اور مرکزی حکومتیں دونوں مساوی طور پر شریک ہیں کہ انہوں نے مرے ہوؤں کا مال سمجھ کر ان پر اپنے دفاتر، عمارات اور سرڈیں تعمیر کر لی ہیں، اس کے بعد جو اراضی باقی بچی اُسے اُسے پونے نئی کمپنیوں کو الاٹ کر دیا ہے، وقت کے ساتھ جس رفتار سے زمینوں کی قیمتوں کا نرخ بڑھ رہا ہے، اسی تیزی کے ساتھ بجا استعمال میں بھی اضافہ ہو رہا ہے، ممبئی، حیدرآباد، بے پور، کلکتہ، بھوپال، لکھنؤ، بنگلور اور پنجاب و ہریانہ میں اس نوع کے معاملات کافی بڑھ رہے ہیں، جن پر اعتراض بھی ہوئے اور احتجاج بھی لیکن تمام غیر موثر ثابت ہو چکے ہیں۔

دارالحکومت دہلی پر نظر ڈالیں تو یہاں کی وقفہ جائیدادیں آزادی کے پہلے سے حکومت کے قبضے میں ہیں، ان متروکہ جائیدادوں کو جو اگر لوٹا دی جائیں تو ہندوستانی مسلمانوں کے لئے درجنوں اعلیٰ تعلیم کے ادارے قائم ہو سکتے ہیں، مسلم طلباء کے لئے بڑی تعداد میں ہوٹل بن سکتے ہیں، کئی مسافر خانے تعمیر ہو سکتے ہیں، میڈیکل اور پروفیشنل انسٹی ٹیوٹ شروع ہو سکتے ہیں اور مسلم

جمعیت علماء ہند کے محترم صدر اور دارالعلوم دیوبند کے معاون مہتمم امیر الہند حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری نور اللہ رحمۃ

### کی حیات و خدمات پر مشتمل

ہفت روزہ الجمعیت نئی دہلی کا

# امیر الہند دران نمبر

اپنی پوری شان کے ساتھ منظر عام پر آچکا ہے

صفحات: ۸۱۲

سائز: ۲۳×۳۶

قیمت: 800/-

رابطہ: ہفت روزہ الجمعیت، مدنی ہال (بیسمنٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲  
 موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamatweekly@gmail.com

ہفت روزہ الجمعیت انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، لاگ آن کریں: [www.aljamat.in](http://www.aljamat.in)  
 رابطہ: 9811198820 ای میل: [aljamatweekly@gmail.com](mailto:aljamatweekly@gmail.com)

### شرح خریداری

سالانہ ..... 200/-  
 ششماہی ..... 100/-  
 فی پرچہ ..... 5/-  
 پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے ..... 2500/-  
 دیگر ممالک کے لئے ..... 3000/-  
 رابطہ: نیچر ہیرٹس الجمعیت مدنی ہال (بیسمنٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲  
 فون: 011-23311455

### ضروری اعلان

آپ براہ کرم خدمت خریداری ختم ہوتے ہی زیر لالہ ارسال فرمائیں۔ خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔  
 ادائیگی کے طریقے: ① بذریعہ پی آرڈر ② PhonePe یا Paytm کے ذریعہ 9811198820  
 ALJAMIAT WEEKLY  
 ③ آن لائن ادائیگی کیلئے بینک اکاؤنٹ کی تفصیل A/c. 912010065151263  
 Axis Bank, Branch: Chitranganj Park, N.D.  
 IFS Code: UTIB0000430